مروّجہ محفل میلاد

تالیف

فخرِ اہلِ سُنّت حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

اُستاذِ حدیث وتفسیر جامعہ مدنیہ، لاہور

بانی انجمن ارشاد المسلمین، لاہور

انجمن ارشاد المسلمین

۶۔بی شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ لاہور۔

مروّجہ محفلِ میلاد

تالیف

فخر اہل سنت حضرت مولانا قاری عبدالرشیدؒ
استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور
بانی انجمن ارشاد المسلمین، لاہور

انجمن ارشاد المسلمین
٦۔ بی، شاداب کالونی
حمید نظامی روڈ لاہور لاہور

نام کتاب ____ مروّجہ محفلِ میلاد

تالیف ____ حضرت مولانا قاری عبدالرشیدؒ

اشاعت ____ اگست ۲۰۱۰ء

ناشر ____ انجمن ارشاد المسلمین
۶۔بی، شاداب کالونی
حمید نظامی روڈ لاہور لاہور

قیمت ____

ملنے کا پتہ

دار الکتاب
ناشران وتاجران کتب

38- غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 0300-8099774

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدمہ

الحمد لله و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

یہ بات ہر شک وشبے سے بالا ہے کہ محبت ایک مابعدالطبیعی حقیقت ہے اور وجدانی کیفیت۔ اسے منطقی اُسلوب اور قانونی پیرائے میں سمویا اور سمجھایا نہیں جا سکتا۔ اس کی جامع و مانع تعریف ممکن نہیں، اس کی تعریف آپ اپنا وجود وصدور ہے، خواجہ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

المحبة حالة لا يعبر عنها مقالة.

''محبت ایک حال ہے، اس کی تعریف لفظوں میں ممکن نہیں۔''

مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

درنگنجد عشق در گفت و شنید
عشق دریا ئیست قعرش ناپدید

''عشق کا وصف کہنے سننے میں نہیں آتا، عشق ایسا سمندر ہے، جس کی گہرائی بے پایاں ہے''۔

تخلیقِ عالم کی اصل واساس عشق ومحبت پر ہے، ہر شے کے قیام وبقا کا باعث کششِ عشق ہے۔ محبت کا مادّہ انسان میں اُسی روز ودیعت فرما دیا گیا تھا، جب روزِ ازل میں محبوبِ حقیقی نے اپنی صفاتِ عالیہ، یعنی جمال وکمال واحسان، کا ظہور فرمایا تھا۔ انسان اسی خواہش ظہور کا فعال مظہر ہے۔ گویا محبت وجود کی اوّلین حرکت، زندگی کا نقطۂ آغاز اور ایسا ربانی فیضان ہے، جو صورت وحقیقت دونوں سطحوں پر وارد ہو کر، انسان کے تمام

نقایص کا ازالہ کر کے، اُس مرتبہ کمال تک پہنچاتی ہے، جو اُسے مظہرِ حق بننے کے لیے عطا کیا گیا ہے۔ تمام حرکت و عمل اسی حُبّ اور عشق کا نتیجہ ہے اور دنیا کی ظاہری صورتیں اِسی بے مثل حقیقت کا عکس:

جرعہ مے ریختن ساقیٔ الست

برسرِ ایں خاک شدہ ہر ذرّہ مست

ساقیٔ الست نے مے معرفت کا چھینٹا اِس خاک پر ڈالا، جس سے اِس کا ذرّہ ذرّہ مست اور سرشار ہو گیا۔۔۔ پھر اس مُشتِ خاک کو کارنامہ ہائے محبّت کے لیے الگ کر لیا گیا اور قلب و نظر، کی دولت عطا کی گئی، تا کہ محبت کے تقاضے، ایمان و اعمال دونوں سطحوں پر بہ تمام و کمال ظاہر ہو کر جذبۂ محبت کی صداقت و رفعت کا ثبوت پیش کر سکیں۔ جس میں مزید ترقی اور صعودِ معرفت اور عشق کا حال پیدا کر دے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حُبّ الٰہی کو مومن کی پہچان اور ایمان کی جان قرار دیا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ. [البقرہ: ۱۶۵]

''اور ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔''

آیتِ مبارکہ سے پتا چلا کہ قرآن مجید کا بنیادی مقصد اور اساسی تصورِ تزکیہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، نہ کہ والہانہ اطاعت۔ اطاعت و تابع داری تو اُس محبت کا لازمی ثمرہ ہوگی۔ محبت کی طلب اور رغبت کا اُصول یہ ہے کہ عاشق، محبوب کے دوامی لقا کا متمنی ہوتا ہے، وصلِ محبوب اور مشاہدۂ مطلوب ہی اُس کی دیرینہ آرزو اور اطمینان اور سکینت کا سامان ہوتا ہے، اُس کی خواہش ہوتی ہے کہ محبوب کے انداز و اطوار کو اختیار کر کے اپنی ذات کو محبوب کی صفات سے قایم کر لے اور بہ قدرِ محبت اُس کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ بالفاظِ دیگر، محبوب کا مطاع ہونا محض ایک فطری و وجدانی امر نہیں بلکہ محسوس و مشاہد بھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ پیکرِ محسوس نہیں ہیں کہ اُنھیں دیکھ کر، سُن کر اُن کی اطاعت و اتباع کی جا سکے۔ سو اُس فیاضِ ازل اور محبوبِ حقیقی نے بہ طورِ احسان و امتنان، اس اضطراب کے ازالے کے لیے

اپنی محبت کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے مشروط فرما دیا ہے، اپنے رسول [ﷺ] کی زبانِ مبارک سے اعلان کروایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. [آل عمران: ۳۱]

''کہہ دیجیے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری اتباع کرو، خود اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

اس آیت مبارکہ میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ایمان کی اصل روح محبتِ الٰہی ہے اور اس محبت کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسی محبت جمع نہ ہونے پائے جو اس کی ضد ہو، بلکہ جو شے محبوب سے تعلق میں حارج ہو وہ عاشق کے دشمن کے زمرے میں داخل ہو جائے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے، اُن کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ سے محبت کا واحد راستہ اتباعِ رسول ﷺ ہے۔ اس اتباع کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے تمھارا دعویٰ محبت ہی سچا ثابت نہیں ہوگا بلکہ تم خود محبوبِ الٰہی بن جاؤ گے۔ بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا ایک ہی راستہ ہے: اتباعِ رسول ﷺ۔ آپ ﷺ کی اتباع عین اتباعِ الٰہی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [النساء: ۸۰]

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اتباعِ خداوندی کا تصور، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کے بغیر محال اور ایک مجرّد خیال ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرشتوں کی گواہی ہے:

فمن اطاع محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فقد اطاع اللہ، ومن عصی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فقد عصی اللہ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرق بین الناس[1]

---

[1] (محمد بن اسماعیلؒ، الصحیح بخاری، لاہور: مکتبہ الحسن [س۔ن]، جلد ۲، صفحہ ۱۰۸۱، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

''جس نے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کی، اُس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے حضرتِ محمد ﷺ کی نافرمانی کی اُس نے فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی [اچھے اور برے] لوگوں کے درمیان معیارِ امتیاز ہے۔''

اس لیے مدعیانِ محبت خداوندی کو اتباعِ نبوی ﷺ لازم ہے اور اتباعِ کامل چوں کہ شدید محبت کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانِ صداقت ترجمان سے اعلان کروایا کہ ایمان رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت کا نام ہے کہ مال وعیال اور نفس و جاں تک اُس محبوبِ جہاں کے سامنے حقیر و ذلیل اور ہیچ وارزاں ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من ولده ووالده والناس اجمعين [1].

''تمھارا ایمان اُس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا، جب تک اُس کو میری محبت اپنے والدین، بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔''

جس دل کی زمین میں ایسی محبت کا بیج پڑا ہو، وہاں اُس کے برگ و بار اور ثمرات کا احوال و کیفیات کی صورت میں ظہور پذیر ہونا ناگزیر ہے، کیوں کہ بہ قول سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے'' ہر معنوی اور روحانی حقیقت ظاہری آثار اور جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المرء على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل [2].

''انسان اپنے دوست [محبوب] کے طور طریقے اپنا لیتا ہے، اس لیے ہر شخص اس کا خیال رکھے کہ کسے اپنا دوست بنا رہا ہے۔''

---

1. مسلم بن حجاج القشیریؒ، الصحیح المسلم، ملتان: دارالحدیث [س۔ن]، جلد صفحہ ۴۹، کتاب الایمان، باب وجوب محبۃ رسول اللہ

2. ولی الدین الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح، کراچی: قدیمی کتب خانہ، [س۔ن]، صفحہ ۴۲۷

اُس فیاضِ ازل نے صاف بتلا دیا کہ میرا رسول ﷺ تمھارا رہبرِ کامل ہے، اُس کی ذات ہر جہت میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ . [الاحزاب: ۲۱]

''اور تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ [موجود] ہے۔''

اس لیے زندگی کے ہر شعبے اور حیات کے ہر گوشے میں آنکھیں بند کر کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے کیونکہ آپ کی اطاعت وغلامی ہی عین اطاعتِ الٰہی ہے ـــــ اسلام کی شانِ اعجاز ہی یہ ہے کہ اُس نے اپنے ماننے والوں کو اظہار و اندازِ محبت کے تمام اُسلوب اور طریقے خود ہی سکھا دیے ہیں، تاکہ عقیدت ومحبت کا نذرانہ محبوب کے معیار کے مطابق اُس کی بارگاہ میں پیش ہو کر شرفِ قبول پا سکے۔ اہلِ محبت کے لیے یہ دلیل مقنع ہے کہ محبت مستلزمِ اتباع ہے۔ محبت بلا اتباع دھوکا اور خامِ خیالی ہے، کیونکہ

لو كان حبك صادقا لاطعته

ان المحب لمن يحب مطيع

[اگر تیری محبت میں صداقت ہوتی تو تُو اپنے محبوب کی فرمانبرداری کرتا، کیوں کہ محبّ محبوب کا مطیع ہوتا ہے]۔

اِسی طرح اطاعت بلا محبت بھی اہلِ نظر اور صاحبانِ قلب کے نزدیک مرتبۂ کمال سے فروتر ہونے کے باعث مردود ومطرود ہے۔ بسا اوقات آدمی خارجی دباؤ کے زیرِ اثر جبراً اطاعت پر آمادہ ہو جاتا ہے، اُس کے باطن میں تسلیم ورضا کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا، جوں ہی اِس دباؤ سے آزادی ملتی ہے، طبیعت پھر سے سرکشی اور بغاوت پر مائل ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ پر تنہا ایمان لانے کو کافی نہیں بتلایا، بلکہ آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم اور حمایت ونصرت کے ساتھ اتباع واطاعت بجالانے والوں کو دائمی فلاح کا مژدہ سنایا ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ - [الاعراف: ۱۵۷]

''سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں، اُن کی عزت وتکریم بجالاتے ہیں اور

اُن کی مدد کرتے ہیں، اور اُس نور کا اتباع کرتے ہیں، جو اُن کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔''

اطاعت واتباع کا داعیہ تو محبت وتکریم کے نتیجے میں ازخود پیدا ہوگا کیوں کہ محبوب کی اقتدا واتباع اہل عقل کے نزدیک مسلم ہے، اطاعت بلا محبت، محض ضابطہ وقانون ہوتی ہے، حقیقی اطاعت واتباع نہیں، اصل چیز جو علامتِ ایمان اور مومن کی شناخت ہے، وہ ہے حبّ النبی ﷺ۔ حضرتِ امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں ایک باب باندھا ہے:

باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم من الايمان [1].

''رسول اللہ ﷺ سے محبت جزوِ ایمان ہے۔''

اس محبت اور عشق کا معیار اہل السنّت کے پیشوا اور حنفیہ کے مایہ ناز مقتدا سیدنا ملا علی قاری علیہ الرحمۃ رب الباری [م ۱۰۱۴ھ] یہ بیان فرماتے ہیں:

علامة حب النبي حب السنة وعلامة حب السنة حب الآخرة وعلامة حب الآخرة بغض الدنيا و علامة بغض الدنيا ان لا ياخذمنها الا زاداً يبلغه الى العقبى [2].

''حُبِّ رسول اللہ ﷺ کی علامت یہ ہے کہ سنت سے محبت ہو [یہ نہیں کہ بدعات کی رونق پر فریفتہ ہو]، اور سنت سے محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے، اور آخرت کی محبت کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے بُغض ہو، اور بُغض دنیا کی علامت یہ ہے کہ دنیا سے فقط اُتنا ہی لے کہ عقبیٰ تک پہنچنے کی ضرورتیں پوری ہوسکیں۔''

ایمان بالرسالۃ کا مقتضیٰ رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت کرنا ہے کہ ایمان حال بن کر پورے وجود اور اُس کے فعال عناصر، ذہن، ارادے اور طبیعت پر غالب ہوکر خیالات و خواہشات اور جذبات واحساسات میں ایسے رَچ بس جائے:

شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

---

[1] محمد بن اسماعیلؒ، الصحیح البخاری، لاہور: مکتبۃ الحسن، [س۔ن]، جلد ۱، صفحہ ۶

[2] ملا علی قاریؒ، شرح عین العلم وزین الحلم، مصر: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ [۱۳۵۳ھ]، جلد ۲، صفحہ ۳۷۵

اس کے بعد ایک مومن سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا مکمل مظہر بن جاتا ہے، اُس سے محویت و استغراق کے عالم میں بھی کوئی ایسا فعل ظہور میں نہیں آتا جو منافی شریعت ہو، کیوں کہ اُس کی مراد اور اُس کا مقصود صرف محبوب اور منشائے محبوب ہے، اور جب فقط محبوب ہی مقصود و مراد ہے تو اہلِ عشق اپنے اختیار سے دست کش ہو کر کامل سپردگی اور تفویض کی کیفیت میں زندگی گزار دیتے ہیں، جیسے: کالمیت بید الغسال۔ حضرتِ مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عاشق خود را بر کار و مختار نبیند بر کارِ معشوق داند [1]

''عاشق اپنے آپ کو کسی کام پر مختار نہیں سمجھتا، بلکہ معشوق کو فعل کا مختار سمجھتا ہے۔''

عاشقِ کامل اپنے جذبات واحساسات کو پامال کر کے رضائے محبوب کا طالب ہوتا ہے، چاہے اس میں کیسی ہی کلفت ہو۔ محبت میں حدودِ محبت کا عدم لحاظ عارفین و عاشقین کے نزدیک دعویٰ محبت کو باطل کر دیتا ہے، عارفِ شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فکرِ خود و رائے خود در عالمِ رندی نیست
کفرست دریں مذہب خود بینی و خود رائی

[رندی کی دنیا میں خود اپنی فکر اور اپنے اُصول اور رائے کا دخل ممنوع ہے، اس مذہب میں خود بینی وخود رائی کفر ہے]

یہاں کا تو بس ایک اصول ہے:

لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی

[مہربانی وہی ہے جو تو خیال کرے اور حکم وہی ہے جو تو دے]۔

جہانِ عشق میں خود پسندی اور خود رائی کی کوئی گنجایش نہیں، خود وضعی کا رویہ انسان کو خود غرضی اور نفس پرستی کی بدترین کیفیات میں مبتلا کر کے خود پرست باور کراتا ہے، عاشق کا مذہب رضائے محبوب ہوتا ہے، بہ قول عارفِ شیرازی رحمہ اللہ:

---

[1] جلال الدین رومیؒ، فیہ مافیہ [مرتبہ: بدیع الزمان فروز]، تہران [۱۳۴۸ھ]، صفحہ ۱۰۰

میلِ من سوئے وصال وقصدِ اُوسوئے فراق
ترکِ کام خود گرفتم تابرآید کامِ دوست

[میرا میلان وصال کی طرف ہے اور اُس کا ارادہ فراق کی جانب، سو میں اپنے ارادے کو قصدِ محبوب پر فدا کرتا ہوں]۔

خود کو محبوب کی رضا و منشا کے سپرد کر دینے سے عاشق، صفتِ عشق کی تجلیات سے مستنیر ہوتا ہے، نفسِ مطمئنہ کے اکرام سے نوازا جاتا ہے، اور یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کی سعادت و بشارت کا مصداق بن جاتا ہے----- ایسی شدید محبت اور کامل اطاعت کے آمیختے سے پروان چڑھنے والے مومنین کے معیاری و منتہائی نمونے حضراتِ صحابہ و اہل بیتؓ ہیں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور کفر، گناہ، عصیان اور نافرمانی سے دوری و اغماض از حکمِ شریعت نہیں، از راہِ طبیعت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جس دین کو اتمام کی سعادت اور رضا کی سند سے نوازا، اُس دین کی اضافت صریح طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ہے: **اليوم أكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي** ......ایمان اُن کے دلوں کی طلب اور قلوب کی زینت بنا دیا گیا تھا، اُنھی کو **اولئك هم الراشدون** کا زرّیں تمغہ عنایت فرمایا گیا کہ رشد و ہدایت ان ہی کے طریق میں منحصر ہے، رسول اللہ ﷺ نے **ما انا عليه واصحابي** فرما کر ان کے طریقے کو نجات یافتہ لوگوں کا طریق قرار دیا اور قرآن نے اس سے روگردانی کرنے والوں کو "**سبيل المنافقين**" پر چلنے والا بتلایا۔ محبت و اطاعت کی دنیا میں معیارِ حق صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اُن کے اقوال و اعمال حجت، اتباع واجب اور اختلاف و نزاع میں تصفیے کی کلید ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [م ۳۲ھ] کا ارشاد ہے:

لا يزال الناس صالحين متماسكين ما اتاهم العلم من اصحاب النبيؐ ومن اكابرهم فاذا اتاهم من اصاغرهم هلكوا[1]۔

"جب تک علم اصحابِ رسول ﷺ اور اُن کے اکابر سے آئے گا، لوگ نیک اور

---

[1] عبدالرزاق الصنعانیؒ، المصنف، کراچی: مجلسِ علمی [۱۹۷۲ء]، جلد ۱۱، صفحہ ۲۴۶)

اسلام پر قایم رہیں گے اور جب اُن اصاغر سے اُبھرنے لگے جو اُوپر والوں سے علم نہیں لیتے، تو یہ ہلاکت ہے۔''

رسول اللہ ﷺ سے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کسی ثبوت کی محتاج نہیں، چشمِ فلک نے رسول اللہ ﷺ کے خدام وجانثاران جیسے صاحبِ کمال افراد نہیں دیکھے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ [م ۴۰ھ] سے کسی نے پوچھا کہ:

كيف كان حبكم لرسول الله صلى الله عليه وسلم.

''آپ [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم] کو رسول اللہ ﷺ سے کس قدر محبت تھی۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان والله! أحب إلينا من أموالنا وأولادنا وأباء نا و أمهاتنا ومن الماء البارد على الظمأ[1].

''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے اموال، اولاد، باپ، دادا اور ماؤں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ کسی پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے، ہمیں رسول اللہ ﷺ اُس سے بھی بڑھ کر محبوب تھے۔''

اسی لیے سیّدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضراتِ صحابہؓ کی جاں نثاری کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا تھا:

مارايت من الناس أحداً يحب احداً كحب اصحاب محمد محمداً[2].

''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت کرتا ہو، جیسی محبت، اصحابِ محمد ﷺ، محمد ﷺ سے کرتے ہیں۔''

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ، اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا، جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ کے

---

[1] قاضی عیاضؒ، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، بیروت: دارالکتاب العربی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۸

[2] ابن ہشامؒ، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دارالجیل [۱۴۱۱ھ]، جلد ۴، صفحہ ۱۲۶

رسول ﷺ سے راہِ حق میں کیا، اُنھوں نے اس محبت میں وہ سب کچھ قربان کر دیا، جو انسان کر سکتا ہے، اور پھر اس راہ سے اُنھوں نے سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پا سکتی ہے۔[1]"

صحابیاں کہ برہنہ بہ پیشِ تیغ شدند
خراب و مست بدند از محمدؐ مختار

[صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برہنہ تلوار کے آگے خود کو پیش کر دیتے تھے، کیوں کہ وہ محمد مختار ﷺ کی محبت میں بے خود و مدہوش تھے۔]

رسول اللہ ﷺ سے تمام تر محبت کے باوصف ان حضرات کی مقدس زندگیوں سے کوئی ایک مثال ایسی پیش نہیں کی جا سکتی کہ عشق کی وارفتگی اور سرمستی میں وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہوں اور اظہارِ محبت کے نت نئے انداز وضع کرنے لگے ہوں۔ اطاعت کس طرح محبت کے بے محابا اظہار کی راہ میں کھڑی ہو کر حقیقی عشق کا ثبوت پیش کرتی ہے، اس کی صداقت صحابی رسول ﷺ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ایک بیان سے ملاحظہ فرمایے، وہ فرماتے ہیں:

لم يكن شخص احب اليهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانوا اذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك[2].

"ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ تھا، مگر ہم آپ ﷺ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیوں کہ ہم جانتے تھے کہ یہ بات آپ ﷺ کو پسند نہیں ہے۔"

دین کے لیے لازم ہے کہ شریعت احوال و کیفیات اور مابعد الطبیعیات پر غالب اور حاکم رہے۔ مقصودِ شریعت رضائے حق کے اسباب میں خلل اندازی سے محفوظیت ہے۔ اس لیے محض محبت و اُلفت کے اقتضا پر عمل کرنا علی الاطلاق جائز نہیں ہے، جب تک شریعت

---

[1] ابوالکلام آزادؒ، ترجمان القرآن، کراچی: شیخ غلام علی اینڈ سنز [س۔ن]، جلد ۲ صفحہ ۱۱۹

[2] محمد بن عیسیٰؒ، جامع الترمذی، کراچی: قدیمی کتب خانہ [س۔ن]، جلد ۲ ص ۱۰۴، ابواب الآداب، باب ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل)

اجازت نہ دے، کیوں کہ نری محبت غلو اور افراط کے باعث غلطیوں اور بے احتیاطیوں کا سبب بن کر محبوب کی خلاف ورزی کا مرتکب بنا دیتی ہے۔ اسی لیے حضراتِ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم، جو رمز آشنائے شریعت ہیں، فرماتے ہیں کہ التزام خواہ اعتقادی ہو یا عملی، دونوں کے لیے اِذنِ شریعت ضروری ہے، اور یہی مسلک محقق صوفیہ کا ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

مپندار سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پے مصطفیٰ
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

[سعدی! اس گمان میں مت رہنا کہ راہِ اخلاص حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر طے ہوسکتی ہے، جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کرے گا، کبھی منزلِ مراد تک نہ پہنچ سکے گا]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ صفاتِ خداوندی اور موصل الی اللہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں حق کے ظہور اور فیضان کا سلسلہ اس شان سے تمام ہوگیا کہ اب تا قیامِ قیامت حق کا ظہور اور فیضان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہوگا۔ حق کے تمام مظاہر اپنے تمام اوصاف و کمالات اور اوضاع و انواع سمیت منتہائی شان کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدیم النظیر ذات میں دائماً مجسم ہو کر پیکرِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں جلوہ افروز ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر وصال تک، ایک ایک واقعے کا ذکر اور رُخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک جھلک کا تذکرہ سرمۂ چشم بصیرت، رحمتِ الٰہی اور برکاتِ ربانی کے نزول کا موجب ہے۔ ایک مسلمان کے لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ و متعلق اشیا کا تذکرہ بھی عین عبادت ہے، خواہ اُن کی ظاہری حیثیت کیسی ہی فروتر کیوں نہ ہو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا تذکرہ عین عبادت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ ولادت کیوں باعثِ تسکینِ ایمان نہ ہوگا؟ دنیا کا کوئی مسلمان، خواہ اس کا تعلق کسی مکتبِ فکر سے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ ولادت اور اس ماہ مقدس سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ قدس سے عالمِ

امکان میں رونق افروز ہوئے، تنفر اختیار نہیں کر سکتا۔ امامِ اہل السنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ [م ۱۳۸۳ھ] النجم [لکھنو]، دورِ جدید، ربیع الاوّل ۱۳۵۰ھ میں لکھتے ہیں:

''بعض جہلا نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی گروہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مولد شریف کو بدعت کہتا ہے۔ میرے خیال میں وہ مسلمان مسلمان ہی نہیں جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے کو منع کرے یا بُرا کہے۔ مولد شریف کا بیان طبعاً اور شرعاً ہر طرح سے عبادت ہے، بلکہ ہم خستہ جانوں کے لیے یہی تذکرہ باعثِ بالیدگیٔ حیات اور غذائے روح ہے۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کو منع کرے، یا بدعت قرار دے، ہمیں اُس کے خارج از اسلام ہونے میں ذرّہ بھر کلام نہیں۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وطفولیت کے واقعات کا بیان ایمان کی پختگی اور رسوخ کا ذریعہ اور شروع سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے ثابت ہے، باعثِ نزاع تو مروّجہ محافلِ میلاد ہیں، جسے پہلے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت ہر سال آتا تھا لیکن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر چھٹی صدی تک التزاماً محافلِ میلاد کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ حالاں کہ اس کے اسباب ومحرکات سب موجود تھے۔ ویسے لوگوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وطفولیت اور معجزات وخصایص کا تذکرہ رہے تو یہ کوئی امرِ نامشروع نہیں بلکہ مندوب، جائز اور مستحسن ہے۔ جب تک اس سلسلے میں افراط وتفریط نہیں تھی، اہل سنت کے یہاں ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ مباح ومستحب حیثیت تاریخی حقیقت کے طور پر کیا جاتا تھا۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ [م ۱۳۶۲ھ] فرماتے ہیں کہ:

''حضرتِ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہ [م ۱۳۱۳ھ] سے کسی نے کہا: ''حضرت مولود سننے کو جی چاہتا ہے، فرمایا لو ہم ابھی سناتے ہیں، یہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور نہایت مزے سے یہ شعر پڑھا:[2]

---

[1] محمد عبدالحی فاروقی، علامہ عبدالشکور لکھنویؒ: حیات وخدمات، لاہور: ادارہ تحقیقاتِ اہل سنت [۲۰۰۹ء]، صفحات ۶۰۰۔۶۰۱۔

[2] اشرف علی تھانویؒ، مواعظِ میلاد النبیؐ، لاہور: المکتبۃ الاشرفیہ [۱۹۹۲ء]، صفحات ۲۲۶۔۲۲۹)

تر ہوئی باراں سے سوکھی زمیں
یعنی آئے رحمۃ اللعالمینؐ

مولانا نے بتلادیا کہ ہم ذکرِ ولادت کے منکر نہیں بلکہ تخصیصات وقیودات کے منکر ہیں۔''

رفتہ رفتہ اس میں قیود لگتی گئیں، اہتمام وانصرام بڑھتا گیا اور مسئلہ اباحت واستحباب سے وجوب تک لے جایا گیا اور حق و باطل کے مابین نشانِ امتیاز بنا دیا گیا، ان محافل کا تارک رسول اللہ ﷺ کا گستاخ اور دائرۂ سُنیت سے خارج قرار دیا جانے لگا۔ قاضی فضل احمد صاحب اپنی کتاب ''انوارِ آفتابِ صداقت''، جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی سمیت چالیس بریلوی علما کی مصدقہ ہے، میں فرماتے ہیں:

''پہلے زمانے میں مولود شریف کا کرنا صرف مستحسن یا مستحب اور مسنون تھا، لیکن اب اس زمانے میں [علما نے] اس کو ضروری تصور کر کے فرضِ کفایہ تحریر فرمایا ہے۔'' [صفحہ ۳۹۸]

مباح، سُنت، واجب اور فرض یہ سب شرعی درجات ہیں، جن کا تعین شریعت ہی کر سکتی ہے، امرِ مستحب کو اصرار سے وجوب کے درجے تک لے جانا نہایت سنگین جسارت اور مداخلت فی الدین ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی [م ۹۵۶ھ]، علامہ طیبی [م ۷۴۳ھ] حافظ ابن حجر عسقلانی [م ۸۵۲ھ]، علامہ ابن نجیم [م ۹۶۹ھ]، علامہ طاہر فتنی [م ۹۸۶ھ] اور مُلاّ علی قاری [م ۱۰۱۴ھ] رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات دیکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ سب حضرات تاطبۃً پر متفق رہے ہیں کہ شریعت کے کسی حکم کو اُس کے درجے سے اُوپر نہیں لایا جا سکتا، مندوبات اپنے مرتبے سے اُوپر اُٹھا دینے سے مکروہات بن جاتے ہیں۔

دین جذبات کا نام نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ سے غایت درجے عشق و محبت کے اظہار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُس کا دائرہ ضد اور معکوس تک وسیع کر دیا جائے، حقیقی محبؒ، کامل متبع ہوتا ہے، وہ محبت کی روانی اور جوش وخروش میں فکر و ہوش کا دامن نہیں چھوڑتا بلکہ محبت کے اظہار کے سب طریقے، محبوب کے مزاج کی رعایت اور مطاع کے بیان فرمودہ آداب و ہدایات کے تحت ہی بجالاتا ہے، اُس میں اپنی طرف سے اضافے یا ازالے کو روا

نہیں جانتا، اُسے معلوم ہے کہ نگاہِ محبوب میں اضافہ ''بدعت'' ہے اور ازالہ ''الحاد''۔۔۔

حضرتِ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ [م ۱۰۱۴ھ] لکھتے ہیں:

والمتابعة كما تكون في الفعل تكون في الترك ايضاً فمن واظب على فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع ❶.

''اور پیروی جس طرح کسی کام کے کرنے میں ہوتی ہے، اُسی طرح کسی کام کے نہ کیے جانے میں بھی ہوتی ہے، سو جو شخص کسی کام کو اہتمام سے کرے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہ فرمایا ہو، تو وہ بدعتی ہے۔''

آں حضرت ﷺ کا ذکرِ ولادت ایک امرِ مستحب تھا، خود مولانا عبدالسمیع صاحب رام پوری کو اعتراف ہے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم وسلفِ صالحین میں آپ ﷺ کے تذکرہ ولادت کے باوجود امرِ اجتماعی کی کوئی شکل موجود نہ تھی، وہ صاف لفظوں میں اقرار کرتے ہیں:

''حضرت ﷺ نے ماہِ ربیع الاوّل میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا'' ❷۔

اسلام کی ابتدائی چھ صدیاں، جو علم و عمل اور عشق و محبت کے لحاظ سے مسلمانوں کے عروج کا زمانہ ہے، ولادت کی اجتماعی خوشی کے جلسوں اور حلقوں سے خالی رہیں، ساتویں صدی ہجری میں اسے ایک بادشاہ نے جشن کے طور پر پہلی مرتبہ منایا، عمر بن دحیہؒ کے سوا کسی نے اُس کا ساتھ نہ دیا، بلکہ علما نے صراحت کی کہ کسی مباح یا مندوب کو اس کے درجے سے اوپر نہیں لایا جا سکتا۔۔۔ تو آج اسے فرضِ کفایہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس وقت تو صورتِ حال یہ ہے کہ صرف یومِ ولادت پر اجتماعی خوشی کا اہتمام والتزام ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اسے ایک مستقل تہوار کی صورت میں منایا جاتا ہے اور ''عید'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اب تک اہلِ سنت والجماعت کہلانے والوں میں یہ جرأت کسی کو نہیں ہوئی تھی، عید ایک اسلامی اصطلاح ہے، جس کا انطباق کسی بھی غیر منقول رسم پر اپنی مرضی سے نہیں کیا جا سکتا، یہ تحریف فی الدین اور روافض کا شعار ہے۔ شیعہ حضرات کے ہاں عید بابا شجاع، عیدِ نوروز،

---

❶ مُلاّ علی قاریؒ، مرقات المفاتیح، ملتان: مکتبہ امدادیہ [س۔ن]، جلد، صفحہ ۴۱۔

❷ انوارِ ساطعہ در بیانِ مولود و فاتحہ، مراد آباد: مطبع نعیمیہ [س۔ن] صفحہ ۱۷۰۔

عیدِ غدیر، عیدِ مباہلہ، عیدِ میلادِ علی رضی اللہ عنہ، عیدِ میلادامام العصر والزمان کے نام سے کئی عیدوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ علمائے اہل سنت نے ہمیشہ اسے احداث فی الدین سمجھتے ہوئے، اس کی تردید ومخالفت کی ہے۔ ماضی قریب میں لاہور کے ایک مشہور عالم، مولانا غلام دستگیر نامی ❶ [م ۱۳۸۱ھ] نے روافض کی ان خودساختہ عیدوں کے ردّ میں ایک مستقل کتاب بہ عنوان ''اسلامی اور شیعی عیدیں'' [مطبوعہ، لاہور: کریمی سٹیم پریس، ۱۳۴۴ھ] تحریر فرما کر، واضح فرما دیا کہ اسلام نے تمام تہواروں کی نفی فرماتے ہوئے مسلمانوں کو دو تہوار عطا کیے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ ــــ مسلمانوں نے ان دو تہواروں کے سوا کسی واقعے کو ہر سال عود کرنے والی خوشی نہیں بنایا۔ یہ دونوں عیدیں خوشیوں کے ساتھ ساتھ عبادات بھی ہیں، جس کا تعین شریعت ہی کر سکتی ہے۔ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت ایک ایسا تاریخی واقعہ اور عظیم الشان دن ہے جو ایک ہی دفعہ وقوع پذیر ہوا، اُس کی عظمت اور شان کو ہر سال آنے والے ربیع الاوّل کو نہیں دی جا سکتی، اُس دن کی عظمت اور اختصاص ہی یہی ہے کہ وہ عدیم النظیر ہے، جس کی برکت سے اور صدقے میں مسلمانوں کو یہ دو عیدیں عطا ہوئی ہیں ــــ ہاں! اُس سہانی گھڑی اور فقید المثال وقوعے کا ذکر تاریخی پیرائے میں جب چاہے کیا جا سکتا ہے، جو باعثِ مسرت وابتہاج اور وجہ تسکینِ ایمان ہے۔ لیکن صد افسوس ہے کہ اسی تجدد پسندی کا مظاہرہ آج بریلوی حلقوں سے ہو رہا ہے اور اسے شعارِ سُنیت باور کرایا جا رہا ہے کہ عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام کی سب سے بڑی اور اوّلین عید ہے۔

کوئی بدعت تنہا نہیں آتی بلکہ بہت سی نئی بدعتوں کے ظہور کا سبب بنتی ہے اور بہ نصِ حدیث سنتوں کے اُٹھ جانے کا سبب بھی:

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة ❷.

---

❶ احمد بن حنبلؒ، مسند احمد، بیروت: مکتب اسلامی [۱۳۹۸ھ]، جلد۴ صفحہ ۱۰۵

❷ مولانا غلام دستگیر نامیؒ کے حالات وکمالات کو ایک سُنی بریلوی عالم کی حیثیت سے مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے اپنی کتاب ''تذکرۂ اکابر اہل سنت'' [مطبوعہ، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۰ء، صفحات: ۳۳۱۔۳۱۴] میں درج فرمایا ہے۔

عصرِ حاضر میں محافلِ میلاد کی جو صورت وہیئت ہے، وہ کتاب وسنت تو درکنار خود مولانا احمد رضا خاں بریلوی [م ۱۳۴۱ھ] ہی کی تصریحات کے عین منافی بلکہ مخالف ہے۔ جن حرکات وسکنات کا التزام آج محافلِ مولود میں ہوتا ہے، مولانا احمد رضا خاں نے سختی کے ساتھ ان اعمال سے منع فرمایا ہے، مولانا کی ایک ہی کتاب سے ان ہدایات کی تلخیص معہ حوالہ ہدیۂ قارئین ہے:

① ایسی محافل ہر قسم کے ناجائز اُمور سے پاک ہوں، بالخصوص اُن میں مزامیر، گانے، باجے بالکل نہ ہوں [1]۔

② مجمعِ زنان نہ ہو کہ عورتیں بغیر محرم کے کسی غیر محرم کے گھر جا کر شامل ہوں، یہ بھی اس ذکر کے آداب کے خلاف اور ناجائز ہے [2]۔

③ ان محافلِ مبارکہ میں امارد، یعنی بے ریش لڑکے نہ ہوں [3]۔

④ اُجرت پر میلاد کرانا جائز نہیں، آدابِ محفل کے خلاف ہے [4]۔

⑤ ذکرِ مبارک نہایت خلوص سے ہونا چاہیے، کوئی حال بناوٹ پر نہ ہو، نہ کسی کی نیند خراب ہو، نہ مریض کو ایذا پہنچے اور نہ کسی کی نماز میں خلل واقع ہو [5]۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی بیان فرمودہ تصریحات اور آداب وہدایات کے بالمقابل، عہدِ حاضر میں منعقد ہونے والی محافلِ مولود کا جائزہ لے لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اب ان محافل کا مقصد رسمی مظاہرے اور نمائشی کارروائیاں ہی رہ گیا ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ اور ذکرِ رسول ﷺ کی حقیقی روح جو ان محافل کے قیام کا اصلی مقصود تھا، الا ماشاء اللہ، اب عنقا ہے۔ اس سلسلے میں چند نکات پر غور کر لینا ہی کافی ہوگا:

① عہدِ حاضر میں اِن محافل کا اصلی مقصود، مختلف ادیان کی تقلید اور اُن کے سامنے اس احساسِ کہتری کا ازالہ ہے کہ ہم بھی اپنے نبی کا یومِ ولادت بہ صورتِ جشن منا سکتے ہیں،

---

[1] احمد رضا خاں، احکامِ شریعت (کامل)، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی [س۔ن]، صفحات ۶۰۔۶۵

[2] ایضاً، صفحات: ۲۸۸، ۲۹۰

[3] ایضاً، صفحہ ۲۲۵

[4] ایضاً، صفحات: ۱۴۴۔۱۴۶

[5] ایضاً: صفحات ۱۷۴۔۱۷۵

یہ صورتِ حال نحیف و نزار اعصاب کی تسکین کا ایک سبب ہے، اور اُن ادیان و ملل سے حد درجے مرعوبیت کا ثبوت۔ بہ ظاہر یہ طرزِ عمل کیسا ہی خوش نما معلوم ہو اور محبت کے اظہار کا قوی ذریعہ نظر آئے، لیکن یہ رونقیں اور زینتیں اس فطری سادگی اور اخلاص سے میل نہیں کھاتیں جو اسلام کی عطا ہے۔ اسی لیے اُمت کے مجموعی مزاج نے اس طرزِ عمل کو کبھی قبول نہیں کیا۔

(۲) ان محافل میں عموماً عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہوتا ہے، عورتیں مردوں کے دوش بہ دوش بے محابا، بلا حجاب، زینت و آرائش کے ساتھ شریکِ محفل ہوتی ہیں۔ خصوصاً ذرایع ابلاغ کی آزادی اور ترقی نے جس طرح ہمتیں بڑھائی ہیں، نوجوان لڑکیاں برہنہ سر، بزعم خود بڑے جذبہ تقدس کے ساتھ بڑے ترنم اور خوش گلوئی کے ساتھ نعتیں سامعین کرام کی سماعتوں کی نذر کرتی ہیں۔

(۳) میلاد کے نام پر کی جانے والی تقاریر کا موضوع، الا ماشاء اللہ، تطہیر عقاید، درستگی اعمال، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ محبت کے جذبے کو ابھارنے اور اس نورِ مجسم کے طفیل اپنی زندگیوں میں موجود اندھیروں کو اُجالنے کی مسلسل اور پیہم جدوجہد کی تلقین نہیں ہوتا بلکہ ان مجالس میں دیگر مسالک و مکاتیب [جو ان التزامی و اجتماعی محافل میلاد پر اصرار سے اختلاف رکھتے ہیں]۔ پر طعن و تشنیع اور سبّ و شتم کے مظاہر زیادہ دیکھنے میں آتے ہیں۔

(۴) جوشِ مسرت اور فرطِ عقیدت میں آپے سے باہر ہو جانا، عشاق کا شیوہ نہیں، آج ان محافل کے نام پر بڑے بڑے جلوس نکالے جاتے ہیں، قائدین جلوس گلے میں ہار ڈالے ہوتے ہیں، نوجوان سرعام اپنے علما کی موجودگی میں مبتذل حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں، بھنگڑا ڈالتے اور ناچتے ہیں۔

(۵) مولانا احمد رضا خاں نے تصریح فرمائی تھی کہ محافلِ میلاد میں بے ریش لڑکے شریک نہ ہوں، لیکن ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے کہ ان محافل میں امارد شریک ہوتے ہیں، خصوصاً جناب الیاس قادری صاحب کی تنظیم ''دعوتِ اسلامی'' کے وجود میں آنے کے بعد اُس کے زیرِ اہتمام، منظم کوشش کے تحت ہر سال گلیوں اور محلوں سے بے ریش لڑکوں پر مشتمل کئی جلوس، جھنڈے اُٹھائے اور غلط سلط نعتیں پڑھتے ہوئے نکلتے ہیں۔ جنھیں اُن کی

مخصوص اصطلاح میں ''مدنی مُنّوں کا قافلہ'' کہا جاتا ہے۔

⑥ مروّجہ محفلِ میلاد کا سب سے بڑا ''کارنامہ'' یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو جگہ جگہ بیت اللہ شریف اور روضہ منورہ کی شبیہہ بنائی جاتی ہے، بڑے بڑے چوکوں پر سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں، عوام اُن پر نذرانیں پیش کرتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، بوسہ لیتے ہیں، طواف کرتے ہیں اور شبیہہ روضۂ اطہر کے سامنے صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں، یہ سب کچھ علما کی موجودگی ونگرانی میں ہوتا ہے، ہزاروں روپیہ اس پر خرچ کیا جاتا ہے، اس سے ہونے والی اسراف وتبذیر تو رہی ایک طرف، اگرچہ اُس کا وبال بھی کچھ کم نہیں، لیکن اگر بہ نظرِ عمیق دیکھا جائے تو یہ عمل کئی سنگین اُمور کا سبب ہے۔

اوّل: یہ فعل روافض کی تقلید ہے، شیعہ حضرات سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں تعزیہ، دلدل اور علم نکالتے ہیں۔ اگر بیت اللہ اور روضۂ منورہ کی شبیہہ بنانا جائز ہے، اُس کا سوانگ بنا کر بازاروں میں پھرانا ٹھیک ہے تو روافض کے تعزیے اور دلدل کا سوانگ رچانا کیوں غلط ہے؟ اور کیا آج ان شبیہوں کے نکالنے سے روافض سے مشابہت نہیں پائی جارہی؟ اور کیا یہ ان کی ایجاد کردہ بدعت کی تقلید کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کی کوشش نہیں ہے؟

دوم: یہ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی شبیہہ تعزیے کی طرح جعلی اور مصنوعی ہیں، جن شبیہوں پر ۱۲ ربیع الاوّل کو مقدس جان کر، نذرانیں چڑھائے جاتے ہیں، اگلے روز خود اپنے ہی ہاتھوں سے اُنھیں توڑ دیا جاتا ہے۔ کیا اس مصنوعی وجعلی شبیہہ سے خیر وبرکت کا حصول جاہلیتِ جدیدہ نہیں؟ اور خیر وبرکت کا صدور مان لینے کے بعد انھیں توڑ دینا توہین نہیں؟

یہ اُن سنگین بدعنوانیوں کی ایک مختصر سی فہرست ہے، جن کا ارتکاب آج کل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر ''سنّیت'' کی علامت جان کر کھلے بندوں کیا جاتا ہے۔

چہ دلاور است دز دے کہ بکف چراغ دارد

کیا دلیر چور ہے کہ ہاتھ میں چراغ لیے ہوئے ہے

کیا یہی وہ جذبۂ ذکرِ ولادت ہے جو سلفِ صالحین میں رائج اور اسلام کے مزاج اور

روح کے ساتھ ہم نوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے نامِ نامی کے زیرِ سایہ منعقد ہونے والی محافل اور آپ ﷺ کے ذکرِ جمیل سے مشامِ جان و ایمان کو معطر و منور کرنے والی مجالس کے آداب اور رنگ ڈھنگ یہی ہوتے ہیں؟

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرشِ نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

جناب کوثر نیازی مرحوم نے جو ان التزامی محافلِ میلاد پر بریلوی دوستوں کے ہم سنگ ہیں، خود اُنھوں نے آدابِ محفل میلاد سے لاپروائی کو ناروا، ناجائز، نامعقول اور غیر اسلامی حرکات قرار دیتے ہوئے اُس کی نہایت درست وجہ تحریر فرمائی ہے:

''پوری سنجیدگی اور سچائی کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ہم صدیوں سے بزرگوں کے عرس اور میلے کچھ اس انداز سے منانے کے عادی ہیں اور غیر شعوری طور پر عید میلاد النبی ﷺ کو بھی ہم نے اسی قسم کے میلوں میں سے ایک میلہ سمجھ لیا ہے۔ یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ عید میلاد کا جلوس حال ہی کی پیداوار ہے اور بانی جلوس کے بہ قول یہ ہندوؤں کی رام لیلا کے جواب میں ایجاد کیا گیا تھا، اس لیے جوش وخروش، شان وشوکت، اور دبدبے وطنطنے کے لیے اس میں کچھ باتیں شامل ہوگئیں جو اسلام کے مزاج کے موافق نہ تھیں، لیکن جنھوں نے اب روایت کی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہ وجہ بھی پوری سنجیدگی کے ساتھ بیان کی جاسکتی ہے کہ جذبات کے اخراج کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ ملنا چاہیے۔ اتنے بڑے ہجوم پر قابو پانا اور اسے نظم وضبط کا پابند بنانا ممکن نہیں ہوتا۔ تفریح کے بھوکے اور ہاؤ ہو کے ذریعے جذبات کے اخراج کے متلاشی لوگ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہیں اور اس قسم کی حرکتیں کر جاتے ہیں۔ لیکن ان تمام وجوہ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ سب مٹ کر ایک نقطے پر مرکوز ہوجاتی ہیں کہ صبح وشام اسلام کے غلغلۂ بلند کے باوجود ہم اپنے آپ کو اسلام کے مزاج کے مطابق منظم نہیں کر سکے۔ ہم کلمۂ طیبہ پڑھنے، پیغمبر اسلام ﷺ کی عزت وحرمت پر قربان ہوجانے کے لیے ہر دم تیار

رہنے اور پورے فخر کے ساتھ سینہ تان کر اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے باوجود
ان ذمے داریوں اور فرائض کو نہیں سمجھ سکے، جو یہ دعوے اور یہ جذبات ہم پر عاید
کرتے ہیں۔" ❶

آج بریلوی حلقے کے سنجیدہ اہلِ قلم اس طرزِ عمل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر
رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ صورتِ حال کی اس سنگینی اور عشقِ رسول ﷺ کے، نعوذ باللہ،
گستاخانہ مظاہر کا ذمے دار کون ہے؟ کیا یہ تمام خرافات اور شوروشر علما کی نگرانی میں
دیوبندیوں اور اہل حدیث حضرات کے بالمقابل "شعارِ سنیت" بنا کر پیش نہیں کیا جاتا رہا؟
اور انھیں جو اس خودتراشیدہ اور نو ایجاد "شعارِ سنیت" سے اختلاف رکھتے ہوں، دشمنانِ
رسول ﷺ باور نہیں کرایا جاتا رہا؟ ورنہ یہ حقیقت ہے کہ امتِ مسلمہ کی مسلسل روایت،
موجودہ صورتِ حال کے قبل، ذکرِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے ہمیشہ متحد رہی ہے،
اُن میں کبھی انتشار و افتراق پیدا نہیں ہوا۔ ولادت کے ذکر کا اہتمام کرنے والے اسے
واجب نہ سمجھتے تھے اور نہ کرنے والے تقیدِ مطلق کے قائل نہ تھے، سب کے یہاں اس
تاریخی یادگار کا بیان موجبِ طمانیت اور باعثِ امتنان تھا۔ جب اس میں قیود لگتی گئیں اور
اہتمام بڑھتا گیا، اور اسے تیسری عید کے طور پر متعارف کیا جانے لگا، تب علمائے اہل سنت
نے محض صیانتِ شریعت کے لیے، رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بہ موجب حکم شرعی جاری کیا،
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اذا احدث فی امتی البدع و شتم اصحابی فلیظهر العالم علمه
فمن لم یفعل فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعین. ❷

"جب میری اُمت میں بدعات شایع ہو جائیں، اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بُرا بھلا کہا
جانے لگے، عالم پر لازم ہے کہ [ان محدثات و خرافات کی تردید میں] اپنا علم ظاہر
کرے جو عالم ایسا نہ کرے، اُس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت۔"

---

❶ کوثر نیازی، ذکرِ رسول ﷺ، کراچی: جنگ پبلشرز [۱۹۸۹ء]، صفحہ ۱۲۹

❷ ابواسحاق الشاطبیؒ، الاعتصام، بیروت: دارالکتب العلمیة [س۔ن]، جلد ۱، صفحہ ۵۸

حضراتِ علمائے اہل سنت نے ہمیشہ بدعات کی ظلمتوں کے بالمقابل سُنت کے چراغ جلائے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرے کے جواب میں تولا کی اذان دی ہے، تحفظِ سُنّیت اور ردِ بدعات کی ان ہی متعدد کاوشوں اور مستعد محنتوں نے اُمتِ مسلمہ کے مجموعی مزاج کو جادۂ مستقیم سے کبھی بھٹکنے نہیں دیا، گستاخِ رسول کا ٹائیٹل اور مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے انکار کا الزام تو یاروں کی طرف سے ان بدعات وخرافات کی تردید کا جواب تھا، جواب بالکل ہی سرد پڑ چکا ہے، شکوک وشبہات کے بادل اب پوری طرح چھٹ چکے ہیں — لیکن الحمدللہ حضراتِ علمائے اہل سُنّت نے ان الزامات واتہامات کی کبھی پرواہ نہ کی اور شرک و بدعات کے مقابلے حق کی حجت کو تمام کیا، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ [م ۷۲۸ھ] اور علامہ شاطبی رحمہ اللہ [۷۹۰ھ] سے لے کر مجدد الف ثانی رحمہ اللہ [م ۱۰۳۵ھ]، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ [م ۱۱۷۶ھ]، شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ [م ۱۳۲۷ھ]، مولانا عبدالغنی شاہ جہاں پوری، مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ [۱۴۱۷ھ]، مولانا سید فردوس شاہ قصوری رحمہ اللہ، مولانا سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہم نے بدعت کے ظلمت کدے میں ہمیشہ سُنّت کے چراغ روشن کیے اور کسی بھی الزام و اتہام کی پراہ نہ کی — اور جہاں تک مولود شریف اور صلوٰۃ وسلام کا تعلق ہے، وہ ان حلقوں میں حدودِ شریعت کے مطابق برابر جاری رہا، اس لیے کہ قاعدہ مُسلّمہ ہے کہ رقیبوں کے خوف سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ [م ۱۳۶۲ھ] فرماتے ہیں:

> ”میرا اکثر مذاق یہ ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ بیان کرنے کو جی چاہتا ہے، کیوں کہ یہ مہینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وتشریف آوری کا ہے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تقاضے کے ساتھ دل میں پیدا ہوتی ہے، اور ایک خاص تحریک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی ہوتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ منکرات منضم نہ ہوتے، تو اس ماہ میں یہ حالت اور اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر علامتِ محبت ہوتی، مگر افسوس ہے کہ منکرات کی وجہ سے اہل فتویٰ کو اس ذکر

کی ہیئت مخصوصہ سے روکنے کی ضرورت ہوئی، ورنہ یہ مسئلہ فی نفسہا اختلافی ہونے کے لائق نہ تھا، مگر اہل فتویٰ کو روکنے کی ضرورت ہوئی کہ یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ دفع مضرت جلبِ نفع سے مقدم ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو حضور ﷺ کی محبت حاصل ہے، اس لیے اس کی تبلیغ وجوب کے درجے میں نہیں ہے، صرف مستحب اور احب المستحبات ہے اور منکرات سے بچنا واجب ہے، تو اس حالت میں حضور ﷺ کا ذکر اسی وقت مستحب ہوسکتا ہے، جب کہ منکرات سے خالی ہو۔'' [1]

علمائے حق نے اس احداث کے ازالے کے لیے مختلف اوقات میں مختلف انداز کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں تالیف فرمائی ہیں، اُن ہی میں ایک اہم اور معلومات و مواد کے لحاظ سے ''بہ قامت کہتر و بہ قیمت بہتر'' کا مصداق ایک رسالہ بہ عنوان ''مروّجہ محفلِ میلاد''فخرِ اہل سنت حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ [م ۱۴۱۳ھ] کے خامہ معجز رقم کی یادگار ہے۔

حضرتِ قاری صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب رحمہ اللہ کے لائق فرزند اور جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کے فارغ التحصیل نہایت حاذق و فاضل، عالم، مدرس، مصنف، محقق، مقرر اور مناظر تھے، فراغت کے بعد اپنے استاذ اور شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ مدنیہ، حضرتِ مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ، کے حکم پر مادرِ علمی ہی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور تقریباً بیس برس تک ابتدائی درجات سے لے کر انتہائی درجات تک تمام کتابیں بڑی کامیابی سے پڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کو مسلکِ حقہ کی درست ترجمانی اور باطل کی بیخ کنی کے لیے منتخب فرمالیا تھا، اسی مقصد کی تکمیل کے لیے آپ نے ۱۹۷۷ء میں نوجوانوں پر مشتمل ایک تنظیم ''انجمن ارشاد المسلمین'' قایم کی، جس سے علمی و عملی طور پر بہت فایدہ ہوا، ۱۹۸۴ء میں دین حق کی اشاعت اور باطل کی گوشمالی کے لیے ایک تنظیم ''جمعیت اہل سنت'' کی بنیاد رکھی۔ دونوں تنظیموں کا مقصد، تبلیغ اسلام، اہل سنت والجماعت سے وابستگی کے لیے مضبوط بنیادوں کی فراہمی، تعلیم دینیہ کی

---

[1] اشرف علی تھانویؒ، مواعظ میلاد النبیؐ، لاہور: المکتبۃ الاشرفیہ، [۱۹۹۴ء]، صفحات: ۱۸۴۔۱۸۵

ترویج، فرقِ باطلہ کے دجل فریب اور اضلال و تضلیل سے مضبوط بنیادوں پر حفاظت اور اکابر واسلاف کی نادر ونایاب کتابوں کی ازسرنو اشاعت تھا۔

حضرتِ قاری صاحب رحمہ اللہ ردِ بدعات میں آیۃ من آیات اللہ تھے، بڑے سے بڑے اور نامی گرامی مبتدعین کو ان سے یارائے گفتگو نہ تھا۔ انھوں نے مختصر سے دور میں بے شمار مصروفیتوں کے باوصف اہلِ بدعت کے اُصولی مسائل پر ایسی عام فہم اور متین تنقید فرمائی ہے کہ تعصب کو بالائے طاق رکھ کر مطالعہ کرنے والے کی اصلاح یقینی ہے۔

زیرِ نظر رسالہ ''مروّجہ محفلِ میلاد'' خلافِ معمول فاضل مؤلف کے تعارف یا پیش لفظ سے معرّا ہے۔ تقریبِ فہم اور سہولت کے پیش نظر اسے سات فصلوں میں تقسیم کر کے معروضات پیش کی جارہی ہیں:

① پہلی فصل میں مؤلف محترم نے بہ طورِ اُصول، اُمورِ خلافیہ ونزاعیہ میں اختلاف کو رفع کرنے کا طریقہ نہایت مدلل اور ایجاز کے ساتھ تحریر فرمایا ہے، کہ وہ کتاب وسنت اور خلفائے راشدین کی اتباع ہے۔ آخر میں اہل سنت و جماعت کا معنی و مفہوم حضراتِ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ [م ۵۶۱ھ] کی تحریر واقتباس کے حوالے سے متعین فرمادیا ہے کہ سنی وہی ہے جو سنت اور جماعت [صحابہ رضی اللہ عنہم] کی پیروی کرے، زبانی دعوے سے کوئی سنی نہیں بنتا۔

② دوسری فصل میں بدعت کی حقیقت اور اس کی شناعت احادیث مبارکہ اور تصریحاتِ صوفیہ سے بیان فرمائی ہیں، کہ بدعت اپنی ہرصورت و جہت میں گمراہی ہے، اس کو رواج دینا، نعوذ باللہ، عملاً رسول اللہ کی رسالت پر پیغامِ رسالت کی انجام دہی میں کوتاہی کا الزام عاید کرنا اور شریعتِ اسلامی کو غیر مکمل سمجھنا ہے، اسی لیے حضرتِ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ [م ۱۰۳۴ھ] نے فرمایا:

اجتناب از صحبتِ مبتدع، لازم است، ضررِ صحبتِ مبتدع فوق ضررِ صحبتِ کافر است ❶

---

❶ شیخ احمد سرہندی، مکتوباتِ امامِ ربانی، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی [۱۹۷۷ء]، دفتر اوّل، مکتوب ۵۴، صفحہ ۱۳۲

''بدعتی کی صحبت سے اجتناب ضروری ہے، کیوں کہ بدعتی کی صحبت کا ضرر کافر کی صحبت سے بُرے اثرات رکھتا ہے۔''

اسی فصل میں سرکارِ بغداد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی بدعت اور مبتدعین سے میل میلاپ کے سلسلے میں گیارہ نصیحتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔

③ تیسری فصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونۂ کامل ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ ولادت کو بیان کرنے کا مندوب و مستحسن ہونا، صلوٰۃ وسلام کے فضائل، اس کا غیر نزاعی اور باعثِ برکت ہونا اور اس مبارک موضوع پر علمائے اہل سنت کی تصنیف فرمودہ بے شمار کتابوں میں سے چند ایک کا تذکرہ فرمایا ہے۔

④ چوتھی فصل میں مروّجہ محفلِ میلاد کی حقیقت کو محورِ سخن بنایا گیا ہے، اس کی تاریخ کہ کس طرح ایک مسرف بادشاہ ابوسعید مظفر الدین [م ۶۳۰ ھ] شاہِ اربل نے اسلام کی چھ صدیاں گزر جانے کے بعد ایک عالم عمر بن الحسن ابوالخطاب بن دحیہ اندلسیؒ [م ۶۳۳ ھ] کی مدد سے نہایت اہتمام کے ساتھ پہلی بار بہ صورتِ جشن اس محفل کا انعقاد کیا، رفتہ رفتہ یہ مجلس عوام الناس کے دایرے میں آ کر دن بہ دن نئی نئی اختراعات کا تختۂ مشق بنتی چلی گئی اور خدا معلوم ابھی اس میں مزید کتنی ترقی مقدر ہے۔ قاری صاحب رحمہ اللہ نے عمر بن دحیہؒ کے سیرت و کردار کا جایزہ کتبِ رجال کی روشنی میں لیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ [م ۸۵۲ ھ] کی ان کے متعلق یہ تصریح نقل فرمائی ہے کہ وہ ایک خبیث اللسان، متکبر اور گستاخ آدمی تھا۔ مسئلہ قیام پر بھی گفتگو کرتے ہوئے مؤلف محترم نے واضح فرمایا ہے کہ فرضیت اور وجوب کے مشاغبے کے باوجود اس مسئلے میں بریلوی حضرات کے پاس کتاب و سنت اور فقہ حنفی سے کوئی دلیل نہیں ہے ــــ اس فصل کی خصوصیت یہ ہے کہ استدلال کا مدار بریلوی کتابوں کو بنایا گیا ہے اور اس سے اہل سنت کا مؤقف ثابت فرمایا گیا ہے، اس سے جہاں قاری صاحب کی بریلوی کتب پر نظر اور مضبوط گرفت کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں اہل سنت کا مؤقف پوری صحت اور شدت کے ساتھ سامنے آ جاتا ہے۔

⑤ پانچویں فصل میں مروّجہ محفلِ میلاد میں پائی جانے والی پانچ بنیادی شرعی خرابیوں

کو قرآن وسنت، اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود بریلوی علما کی تصریحات سے اس طرح منقح فرما دیا ہے کہ اس کے ترک کا التزام آئینہ ہو گیا ہے۔

⑥ چھٹی فصل میں عہدِ جدید کے حامیان محافلِ مولود کے ان ''دلائل'' کا جائزہ لیا گیا ہے، جنھیں وہ بہ طورِ استناد بہ زعمِ خود مروّجہ محافلِ میلاد کے جواز میں پیش کرتے ہیں۔ اس فصل میں مبتدعین کے تمام ہوائی قلعوں کو ایک ایک کر کے مسمار کر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ ان کی قیاس آرائیوں تک کا نہایت مسکت و مسقط جواب دے دیا گیا ہے۔

⑦ ساتویں، یعنی آخری فصل میں مساجد میں منعقدہ محافلِ نعت کو، جو اب بہت تیزی سے رواج پکڑتی جا رہی ہیں، موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ تصریحاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں واضح فرما دیا گیا ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کے لیے ہیں، وہاں محافلِ نعت کا انعقاد، جب کہ یہ نعت پڑھنا، کسی وعظ و تقریر اور جلسۂ تبلیغ کے ضمن میں نہ ہو، احناف کے ہاں جائز نہیں ہے۔ آخر میں اس مغالطے کا جواب دیا گیا ہے کہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں برسرِ منبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور کفار کو جو جواب دیا تھا، وہ آپ کا استثناء تھا، یہ اختصاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین بھی فقط آپ کو اور سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔ اس لیے ان کی مثال کو بہ طورِ استدلالِ عام پیش نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے وہ نعت مسجد میں نعت خوانی کے ضمن میں نہیں پڑھی گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں عظمت و محبت کے پھول نچھاور کرنا اور عقیدت کا نذرانہ پیش کرنا ادبیاتِ تاریخِ اسلامی کا روشن اور نمایاں عنوان رہا ہے، مسلمان مصنفین و شعرا نے جذبۂ محبت کی سرشاری و بے تابی، تاثیرِ عشق اور محبوبِ دو جہاں سے دوری کو مجبوری و خود سپردگی کے عالم میں زورِ تعبیر اور حسنِ تصویر کے ساتھ بیان کرنے میں قلب و قلم اور نظر و وجدان کی مکمل اور اعلیٰ صلاحیتوں کا ثبوت دیا ہے ___ لیکن اب مغرب کے نئے اہداف میں ''کلچرل اسلام'' کے تصور نے ان پاکیزہ و مقدس نعتیہ محافل کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر اسلام کو ثقافتی مذہب باور کرانے کی باضابطہ کوشش شروع کر رکھی ہے۔ اربوں روپے کی

سرمایہ کاری کے ذریعے اس منصوبے کے مسلم دنیا میں انجذاب کی راہیں اُستوار کی جارہی ہیں تاکہ اسلامی دینی تعلیمات کا وہ حصہ جو معاشرت، ریاست اور حکومت سے متعلق ہے، جسے مغرب سخت ناپسند کرتے ہوئے ''سیاسی اسلام'' کہتا ہے، اسے تبدیل کرکے اُس کا نیا چہرہ متعارف کروایا جائے۔ تبدیلی کی اس کوشش کا نیا نام ''اسلام کا ثقافتی چہرہ'' ہے۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کی اس آفاقیت کو مغربی اہداف وعزائم کے مطابق مقامی ساز و رنگ کے بدلنے کی اس سازش میں چالاکی یا نادانی سے مسلم برادران ہی استعمال ہورہے ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے پہلے مرحلے میں گلوکاروں کا ایک گروپ ترتیب دیا گیا ہے، جو ناکام ہوگیا، لیکن امریکی محکمۂ اطلاعات اسلام آباد کا ترجمان ''خبرو نظر''، ''کلچر اسلام'' کی کامیابی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے:

''گلوکاری میں ریپ (Rap) کا انداز مکمل طور پر امریکی انداز ہے اور ہر عمر کے لوگوں میں مقبول ہے، یہ تین نوجوان واشنگٹن ڈی سی کے مضافات سے تعلق رکھتے ہیں، اور نوجوان مسلمانوں کو اپنے فن کے ذریعے ان کے عقیدے پر عمل کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں Native Deem نامی اس گروپ کی آواز اور موسیقی امریکی نوجوانوں میں بہت پسند کی جاتی ہے، لیکن ان نغمات میں منشیات اور تشدد کے بدنام موضوعات کے بجائے نیکی کا پیغام ہوتا ہے۔ یہ گروپ اسلامی کانفرنسوں، عطیات جمع کرنے کی تقریبات، شادی بیاہ اور چھٹی کی تقریبات میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ کہیں بھی اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں، جہاں مذہبی تفریح کی ضرورت ہو۔ وہ نائٹ کلبوں، شراب خانوں، ڈسکو اور ایسی جگہوں پر جانے سے گریز کرتے ہیں جہاں اسلام میں ممنوعات جیسے شراب نوشی، رقص و سرور اور موسیقی کی بہت سی دوسری اقسام موجود ہوں۔ ان کے اکثر نغموں کے موضوعات امریکا میں پلنے، پڑھنے والے مسلمان، صبح کی نماز اور عبادت کو یاد رکھنے کی تلقین اور مادی آلائشوں سے پرہیز کرتے ہوئے اپنے مذہب کی پیروی کے متعلق ہوتے ہیں۔

تینوں گلوکاروں نے یہ گروپ ۲۰۰۰ء میں تشکیل دیا تھا۔اس سے پیش تر وہ اکٹھے یا الگ الگ مسلم یوتھ آف نارتھ امریکا کی تقریبات میں اور دیگر مذہبی مواقع پر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔گزشتہ چند ماہ کے دوران وہ شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئے ہیں۔اس شہرت کے لیے وہ ریڈیو کے ایک پروگرام آن دی سین ودینٹو وڈین کے مرہونِ منت ہیں جو مقامی ریڈیو اسٹیشن سے ہر جمعے کی شام ہوا کے دوش پر بکھرتا ہے اور اسلامک براڈ کاسٹنگ نیٹ ورک کی ویب سائٹ کے ذریعے دنیا بھر میں بہ ذریعہ ویب سائٹ نشر کیا جاتا ہے۔اس گروپ کے ایک اہم رکن سلام کہتے ہیں کہ نوجوان پرستاروں کے شوق اور حوصلہ افزائی سے ہمیں بڑی ڈھارس ہوتی ہے،لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کس طرح ان نغموں سے انھیں نویں جماعت میں کامیابی ملی یا کس طرح ان نغمات کو سن کر اپنے عقیدے اور وجودِ باری تعالیٰ کی یاد آئی اور ان کی زندگی یک سر بدل گئی Native Deem سے امریکا میں مسلمان یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ ان کی اپنی موسیقی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اب ہم اپنی تقریبات میں بھی تفریح کر سکتے ہیں اور یہ عربی نوعیت کی نہیں ہے۔ ہماری موسیقی امریکی ہے اور ہر ایک اس میں اپنائیت محسوس کرتا ہے"۔[مصنف فلس کیمن توش واشنگٹن میں مقیم ایک فری لانس رائیٹر ہیں] ❶

اس ثقافتی اسلام کی چند شکلیں پاکستان میں بعض مذہبی تنظیموں کی وہ بدعات ہیں جن میں دعاؤں، مناجات اور صلوٰۃ وسلام کو قلب کی کیفیات ،خونِ جگر کی آمیزش اور اشکِ ندامت سے خالی و عاری کر کے گا بجا کر ادا کیا جاتا ہے۔گویا پہلے دعائیں اور مناجات ہدایت قلبی وعملی کا سبب بنتے تھے اور اب راگ رنگ عقیدے اور دل بدل رہے ہیں۔

مغرب کے اس سارے منصوبے اور عزائم کی حتمی شکل پاکستان کے ذرائع ابلاغ کے ذریعے کی جارہی ہے۔ایک مخصوص طبقے کے نمائندہ مذہبی چینل کیو ٹی وی کے ذریعے ایسی نعتیہ محافل کو وسیع پیمانے پر فروغ دیا جارہا ہے،جن میں اگرچہ آلاتِ موسیقی استعمال نہیں ہوتے لیکن آوازوں کے تانے بانے اور زیروبم کے ذریعے راگ رنگ،سرتال اور موسیقی کا

---

❶ ماہنامہ "خبرونظر" [اسلام آباد]، جولائی ۲۰۰۵ء۔

سا آہنگ پیدا کیا جاتا ہے۔ جدید مغربی ثقافتی یلغار کی اس منصوبہ بندی کا مقصد موسیقی کی شدت وحدت کو نعتوں میں سمو کر، نعتیہ اشعار کو ہندوستانی گانوں کی دُھن اور قافیہ پیمائی میں ضم کر کے، نعتوں سے نورانیت وروحانیت کو رخصت کر کے، اسے گانوں کا متبادل بنانا ہے۔ الحاد کی اس لطیف ترین شکل کے اپنانے اور اختیار کرنے کا بنیادی مقصد اس مفروضے پر قائم ہے کہ چوں کہ لوگوں کا موسیقی اور گانوں سے دور ہونا تو اب ممکن نہیں رہا لہٰذا نعتوں اور مقدس کلام کو موسیقی کے طرز پر پیش کر کے ان کے نفس کے حظ اور تسکین کا سامان دینی جواز کے ساتھ مہیا کر دیا جائے۔ بالفاظِ دیگر اُمت سے موسیقی اور آلات لہو ولعب کو ختم کرنے کی کوشش کی بجائے موسیقیت کی اسلام کاری کر کے، نعوذ باللہ، گانوں اور نغموں کو ''اسلامی'' بنا دیا جائے۔ اس طرز کی نعتیہ محافل کی ترویج وتشہیر اور فروغ مقبولیت نے دو ہولناک اثرات ونتائج پیدا کیے:

① جدید نعتیہ محافل کے قیام نے [جو فی الحقیقت پورے مکتب فکر کا نمائندہ ہے] ان حلقوں سے سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کی روایت کو، الا ماشاء اللہ، معدوم کر دیا ہے۔ ان حلقوں میں وعظ وتقریر کی جگہ نعتوں کو فوقیت واہمیت دی جاتی ہے اور علما کی جگہ ثنا خوانوں کو پذیرائی ملتی ہے۔ اس افسوس ناک صورتِ حال نے اِس حلقے میں علما کو صفِ دوم اور مغنیوں اور گلوکاروں کو صفِ اوّل میں کھڑا کر کے بچی کھچی علمی روایت کو بھی فنا کرنے کا عملی سامان مہیا کر دیا ہے۔

بریلوی حضرات کے مرکز دار الافتا منظر الاسلام بریلی انڈیا سے نعت کی اس جدید قسم کی حُرمت وممانعت پر مولانا اختر رضا خاں صاحب [نبیرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی] سمیت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا مظفر حسین قادری اور مولانا محمد کمال کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے کہ ایسی نعتیں جن میں آلاتِ لہو ولعب کی صدائیں پیدا ہوتی ہوں اشد ناجائز اور طریقہ فساق ہے [1]۔

---

[1] ماہنامہ ''ساحل'' [کراچی]، دسمبر ۲۰۰۵ء، صفحات ۴۴۔۴۶

پاکستان میں مولانا الیاس قادری اس کے ردّ میں پورا ایک رسالہ سپردِ قلم فرما چکے ہیں لیکن یہ نعتیہ مجالس چوں کہ علما کے بجائے کاروباری طبقات کے ہاتھوں میں ہیں، اس لیے وہ بریلی کے فتوے اور فیضانِ مدینہ کی اسلامی دعوت کو وقت دینے کو تیار نہیں، اویس رضا قادری صاحب [جن کی شہرت وثروت اور تونگری کا ذریعہ ہی مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیں ہیں] بریلی کے فتوے کے برعکس، اپنی پوری ٹیم کے ساتھ نعتوں کو موسیقی کی دھنوں پر پیش کرنے کا کام بڑے دھوم دھڑکے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ حسنِ جمالیات کے ذریعے نعت خواں علما پر فائق و برتر قرار پائے۔ علما کی اس بے توقیری اور فتوے کی بے وقعتی کا یہ ارتقائی سفر ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ علما عزت سے محروم قرار پائیں اور نعت خواں منصبِ قیادت سنبھال لیں۔ اس داخلی انقلاب اور تبدیلی کے بہت سے اسباب میں ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بریلوی حلقوں میں جدید نعت خوانی کو فروغ علما کی اُس خطابت سے ہوا جو دیگر مکاتبِ فکر کے اکابر اور بزرگوں پر دُشنام والزام سے پُر تھیں۔ لہٰذا محافلِ نعت کو فروغ ہوا کہ بس منعقد ہونے والی محفل ذکر رسالت مآب ﷺ سے منور و معطر رہے اور کسی پر طنز وتعریض نہ ہو، یہ اگرچہ اس کا مثبت پہلو ہے مگر رفتہ رفتہ یہ نعتیہ محافل موسیقی اور دھنوں سے منقلب ہوگئیں اور علما کے فتوؤں کی تاثیر بے مغز خطابات، الزام تراشی اور سب ودشنام کی بدولت ختم ہوگئی، بلکہ کئی حلیم الطبع اور لطیف المزاج حضرات نے تو اس طرزِ خطابت سے مایوس ہو کر اس مکتبِ فکر سے تعلق ہی منقطع کر لیا۔ مدیر فاران ماہر القادری مرحوم نے بھی اپنی بریلویت سے برگشتگی کا سبب یہی بتلایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ایک سال رجبی میں بریلوی عقائد کے چوٹی کے علما کو بلایا گیا، میں بھی اپنے گاؤں کے چند آدمیوں کے ساتھ گنور پہنچا۔ دو روز رجبی شریف کی گئی، نشستیں ہوئیں، مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا فاخر شاہ الہٰ آبادی، مولانا عبدالمجید [آنولہ] اور دوسرے علما کی وعظ وتقریریں سنیں، ہر وعظ وتقریر میں دیوبندیوں اور وہابیوں پر طنز وتعریض اور لعنت و ملامت کی جاتی۔ مولانا فاخر شاہ نے اپنی تقریر میں فرمایا: ''وہابی اور

دیوبندی کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ اولاد نہیں دے سکتے، ہم ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنی عورتوں کو ہمارے یہاں بھیجو، اُن کو اولاد مل جائے گی۔'' ❶

اب ان ہی ماہر القادری صاحب سے حضرات علمائے دیوبند کی تقریروں کے احوال بھی سن لیجیے، باوجود اس کے کہ ماہر مرحوم نے خود کو کبھی دیوبندیت سے منسوب نہیں فرمایا، وہ لکھتے ہیں:

''جب راقم الحروف کا حیدر آباد دکن جانا ہوا اور علامہ شبیر احمد عثانی، مولانا قاری محمد طیب اور دوسرے دیوبندی علما کی تقریریں سنیں، تو ان میں نہ تو بریلوی علما پر طنز کی جاتی اور نہ ان کے عقائد کا شدّ و مد کے ساتھ ردّ کیا جاتا، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، رسول اللہ ﷺ کی سیرت مقدسہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات، اولیاء اللہ کے اقوال واحوال بیان کیے جاتے۔ علمِ غیب، استمداد لغیر اللہ وغیرہ مسائل کا کبھی کبھار ذکر آ بھی جاتا تو نہایت سادہ انداز میں اپنی بات فرما دیتے اور ان کی زبان سے یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ جن کے ہمارے جیسے عقائد نہیں وہ کافر ہیں۔ بریلی کا تو نام ہی ان کی تقریروں میں نہیں آتا تھا۔'' ❷

اب ظاہر ہے کہ ہر انسان میں ماہر القادریؒ جیسی جرأت و ہمت تو نہیں ہوسکتی کہ احقاقِ حق کے لیے مسلکِ آباء سے برگشتگی اختیار کرلے، آخر سماجی دباؤ اور تاریخی جبر بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔ لہٰذا نوجوانوں نے اپنے علما کے اس مشغلۂ تکفیر اور سب وشتم کی بوچھاڑ سے تنگ آ کر اپنے حلقوں میں نعتیہ محافل کی طرح ڈالی، جو بہر حال جمالیاتی حس کو تحریک دیتی ہے اور اس کی تسکین کی فراہمی کا سامان مہیا کرتی ہے، یہ الگ بات ہے ان کی سادہ لوحی نے انھیں رفتہ رفتہ مغرب کی ثقافتی یلغار کا شکار بنا کر مغربی اہداف کی تکمیل کے لیے آلۂ کار بنا دیا، ان نعتیہ محافل میں جس طرح ثنا خوانوں پر اور بعض اوقات واعظین پر یوں نوٹ نچھاور کیے جاتے ہیں، جیسے عیاش اور اوباش تماش بین طوائفوں کے

---

❶ ماہنامہ ''فاران'' [کراچی]، جولائی ۱۹۷۶ء ❷ ایضاً

مجروں میں کیا کرتے ہیں، نوٹ دست بہ دست ایک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے ہاتھ میں پہنچتے ہیں، یہاں تک کہ پورا ایک مجمع حلقہ بنا کر نوٹ نچھاور کرنے پہنچ جاتا ہے اور محافلِ نعت کے لیے نعت خوانوں کے لیے جو بڑی بھاری بھاری رقمیں مختص ہوتی ہیں، کم آمدنی والی محافل کو آئندہ برس کے لیے نشان زدہ ٹھہرایا جاتا ہے کہ پھر وہاں قدم نہ رکھیں گے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے وعظ کہنے اور نعت پڑھنے کا عوض مالی منفعت پر یوں فتویٰ جاری فرمایا ہے:

''اگر وعظ کہنے اور حمد و نعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بے شک یہ اس آیۂ کریمہ [اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ] کے تحت داخل ہیں اور وہ آمدنی اُن کے حق میں خبیث ہے، خصوصاً جب کہ یہ ایسے حاجت مند نہ ہوں، جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بےضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر و حرام مثلِ غصب ہے۔'' ❶

اس نے ان محافل سے مستقل معاشی مفادات کو وابستہ کر کے اس کے انسداد کی ہر راہ بند کر دی ہے — باوجود اختلافِ مسلک کے اس دوطرفہ نقصان پر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ ایک طرف علمی روایت نے جو اپنی مضمحل صورت ہی میں قائم تھی، ان حلقوں میں دَم توڑ دیا ہے۔ دوسری طرف سادہ لوح نوجوان پورے ایمانی جوہر اور مسلکی حمیت کے باوصف عشقِ رسول ﷺ کے نام پر مغربی ثقافت کی اسلام کاری کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

② دوسرا نقصان یہ ہوا کہ ان محافل نے ان حلقوں میں عبادات کے اہتمام اور ذوق وشوق کو ختم کر دیا۔ پہلے جاگنے والی راتوں میں لوگ شب بیداری کر کے تلاوت و نوافل اور اذکار و تسبیح کے ذریعے قربتِ الٰہی کی راہیں ڈھونڈتے تھے۔ اب جاگنے والی راتوں میں ان

---

❶ احمد رضا خاں، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، کراچی: ادارہ تصنیفاتِ احمد رضا [۱۹۸۸ء]، صفحہ ۴۱۵

حلقوں کا جائزہ لیجیے، پوری رات گھروں، مسجدوں یا کیوٹی وی پر منعقدہ محافلِ نعت میں گزر جائے گی یا جیوٹی وی سے نشر ہونے والے پروگرام "عالم آن لائن___ اسپیشل" کے میزبان عامر لیاقت حسین کی فنکاری کی نذر ہو جائے گی۔

اگر اب بھی اس حلقے کے علما اس طرزِ عمل پر مہر بلب رہے کہ چلو اور کچھ نہ سہی یہ نعتیہ حلقے عوام میں بریلویت کو زندہ رکھنے اور میڈیا کی چمک دمک کو گرفت میں رکھنے کا سبب تو ہیں تو انھیں اپنے ہی حلقے کے ہاتھوں اس کی بہت بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔ آغا شاعر قزلباش نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کر کے لسان العصر اکبر الہ بادی رحمہ اللہ کو تبصرے کے لیے بھیجا تو اکبر نے برجستہ جواب لکھا تھا کہ اب اس کلام کو گا بجا کر سنوارنے کا اہتمام بھی کر دیجیے، پاکستان کے متجددین پہلے ہی فتویٰ دے چکے ہیں کہ موسیقی حلال ہے اور پاکیزہ کلام موسیقی کے ساتھ سنایا جائے تو سفلی جذبات نہیں بھڑکتے بلکہ روح کو طراوت نصیب ہوتی ہے گویا اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مغنیوں اور گویوں کے ذریعے استوار کیا جائے، نعوذ باللہ، اگر یہی صورتِ حال رہی اور اس کا بروقت کا ازالہ نہ کیا گیا تو وہ دن دور نہیں جب کیوٹی وی اور پی ٹی وی پر کلام پاک بھی موسیقی پر نشر کیا جائے گا۔ اور اس وقت سوائے آنسو بہانے اور کفِ افسوس ملنے کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس خطرناک طرزِ عمل سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، عبادات واذکار کے ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ جائز اور مستحسن طریق پر نعتیہ محافل کے انعقاد کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

راقم الحروف، ہرگز اس لائق نہیں کہ حضرتِ مولانا قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ کی تالیف لطیف کا ابتدائیہ لکھے۔ تاہم احباب کے تقاضے پر بہت ڈرتے ہوئے اور سعادت جان کر چند صفحات سیاہ کیے ہیں۔ میری یہ گفتگو کچھ طویل ہوگئی، غالباً یہ بھی حضرتِ والا ہی کی

تحریرات کا معنوی اثر ہے، آپ نے بھی بعض بزرگوں کی تالیفات کی اشاعت نو پر نہایت مفصل اور وقیع مقدمے تحریر فرمائے۔ وقیع کا تو معلوم نہیں لیکن طوالت و اطناب میں تو مماثلت ومشابہت کا شرف حاصل ہو ہی گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ظاہری مشابہت اور تقابل کو حقیقت کا روپ عطا فرماتے ہوئے اس میں تاثیر پذیری اور اثر انگیزی پیدا فرما دیں۔ آمین۔

اس رسالے کا حق ہے کہ اس کی قدر کی جائے، اللہ تعالیٰ اسے ہمارے گم کردہ راہ بھائیوں کی اصلاح، حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے درجات کی بلندی، راقم، ناشر، اور قارئین کی بخشش، رضا و رضوانِ الٰہی اور فردائے قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق بنا دیں، آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم.

محمد ظفر اقبال عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وحدهٗ والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدهٗ۔

تمام تعریفوں کی سزاوار وہ ذاتِ واحد وقدوس ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اور صحیح و غلط، حق و باطل اور کھرے کھوٹے کی تمیز سکھائی۔ حق و باطل کے جانچنے کے لیے اپنی آخری کتاب اپنے آخری رسول پر نازل فرمائی اور تمام انسانوں کو مژدہ سنا دیا کہ

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (سورة المائده: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دینِ اسلام کو آخری دین کی حیثیت سے تمہارے لیے پسند کرلیا''۔

لاکھوں درود و سلام اس ہستی پر جس نے آخری دین پوری وضاحت و تشریح کے ساتھ بنی نوعِ انسانی کے سامنے پیش فرما دیا۔ لاکھوں درود و سلام اس پیغمبر آخر الزمان پر جس کی اداؤں کا نام اللہ پاک نے ''اسوۂ حسنہ'' یعنی امتیوں کے لیے نمونہ کامل قرار دیا اور جس کی اطاعت و پیروی کو دونوں جہانوں کی سرفرازی و کامرانی کا اولین زینہ اور بنیادی شرط قرار دیا۔

لاکھوں رحمتیں ہوں اللہ تعالیٰ کی اُن صحابہ کرامؓ پر جنہوں نے حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ہر ہر ادا کو بعد میں آنے والوں کے لیے محفوظ رکھا اور اپنے کردار و عمل اور اقوال و ارشادات سے حضور پُرنور ﷺ کی مکمل سیرت طیبہ ہم تک پہنچائی اور جن کو اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ نے آسمانِ ہدایت کے درخشندہ ستارے قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اُن ائمہ مجتہدین پر جنہوں نے حضور پُرنور ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو قانونی مسودہ کی شکل میں ایک مربوط نظام کی صورت میں اُمت کے سامنے پیش فرما دیا۔

سب سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دینی امور میں جب اختلافات رونما ہو جائیں تو ان کو رفع کرنے کے لیے جو طریقہ کار خدا تعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ نے ہمیں بتایا ہے۔ اسے مختصراً ذکر کر دیں تاکہ خدا تعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس نزاعی مسئلہ ''مروجہ محفل میلاد کا مسئلہ'' نمٹایا جا سکے۔

دینی اختلافات کو رفع کرنیکا شرعی طریقہ کار

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (سورة النساء: ٥٩)

''اے مسلمانو! اگر کسی (دینی) معاملہ میں تم آپس میں جھگڑ پڑو، تو تم (اس کے جائز یا ناجائز ہونے کو معلوم کرنے کے لیے) خدا کی (کتاب) اور رسول (کی سنت) کی طرف رجوع کرو اگر تم خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے''۔

بریکٹ کے اندر کی تشریحی عبارت حنفیوں کی مایہ ناز اور مسلم تفسیر ''روح المعانی'' جلد پنجم ص ٦٦ سے لی گئی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

(سورة النساء: ٦٥)

''اے نبی! تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حکم تسلیم کرلیں پھر آپ کے فیصلہ فرما دینے کے بعد یہ لوگ اپنے نفس میں کسی قسم کی تنگی یا خلشِ محسوس نہ کریں بلکہ آپ کے فیصلہ کو

پوری طرح دل و جان سے تسلیم کرلیں''۔

ان دونوں آیات کا مطلب و مفہوم بالکل واضح ہے کہ دینی امور میں اختلافات کو نمٹانے کے لیے ہم قرآن وسنت کی طرف رجوع کریں اور بارگاہِ رسالت سے فیصلہ ہو جانے کے بعد اس فیصلہ کے سامنے ہم سر تسلیم خم کردیں۔ اب ہم دو حدیثیں اس سلسلہ کی تحریر کرتے ہیں۔

(۱) ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملةً وتفترق علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله قال ما انا علیه واصحابی.[۱]

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بنی اسرائیل بہتر ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ''ما انا علیه واصحابی'' وہ گروہ جو میرے اور میرے صحابہؓ کے راستہ پر ہوگا۔

ایک اور مقام پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

(۲) فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة.[۲]

جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ (دینی امور میں) بہت اختلاف دیکھیں گے تو (اس حالت میں) تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے۔ تم انہیں سے تمسک و استدلال کرنا اور اس کو ڈاڑھوں سے

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰، ترمذی شریف جلد دوم ص ۸۹۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰، ترمذی ج ۲ ص ۹۲، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، ابن ماجہ ص ۵۔

دبا لینا۔ (یعنی اختلافات کے وقت میری سنت اور خلفاء راشدینؓ کی سنت کو انتہائی پختگی اور مضبوطی سے تھام لینا) اور دین میں نکالے جانیوالی نئی نئی باتوں سے پوری طرح اجتناب کرنا کیونکہ دین میں پیدا کی جانے والی ہرنئی بات ''بدعت'' ہےاور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہ دونوں احادیث بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔ پہلی حدیث میں نجات پانے والے گروہ کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ حضور پُر نور ﷺ کی سنت اور صحابہ کرامؓ کی برگزیدہ جماعت کا ہو بہو پیروی کرنے والا ہوگا اور اس میں کسی قسم کی کمی یا بیشی نہیں کرے گا۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کوئی نیا فرقہ اس وقت تک وجود میں نہیں آسکتا جب تک وہ حضور پُر نور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے دین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بتائے ہوئے راستہ میں کمی یا زیادتی نہ کرے۔

دوسری حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امت میں اختلافات اس وقت پیدا ہوں گے جب لوگ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے راستہ سے ہٹ کر دین میں نئی نئی باتیں پیدا کریں گے۔ ایسے وقت میں حضور ﷺ کا حکم ہمارے لیے یہ ہے کہ ہم صرف اور صرف حضور ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع کرتے رہیں اور دین میں نکالے جانیوالی ہر نئی بات سے مکمل طور پر پرہیز کریں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے معنی ومفہوم

ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں علماء کرام نے ۷۳ فرقوں میں سے نجات پانے والے گروہ کا نام ''اہل سنۃ والجماعۃ'' رکھ دیا۔ یعنی وہ گروہ جو حضور پُر نور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور جماعت صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے والا ہے۔ اور دین میں پیدا کی جانے والی ہرنئی بات کو فرمانِ نبویؐ کے مطابق بدعت سمجھتا ہے۔ چنانچہ پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فعلی المؤمن اتباع السنة والجماعة فالسنة ماسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم والجماعة مااتفق علیه اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی خلافة الائمة الاربعة الخلفاء الراشدین المهدیین۔ [1]

پس ہر بندۂ مومن کو چاہیے کہ سنت و جماعت کی پیروی کرے سنت وہ راہ ہے کہ جس پر پیغمبر خدا ﷺ چلتے تھے اور جماعت وہ ہے، کہ جس بات پر ہر چہار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے ایام خلافت میں اتفاق کیا۔

بہر حال یہ واضح ہو گیا کہ کسی بھی مسئلہ میں جب اختلاف رونما ہو جائے تو اس وقت خدا اور رسولؐ کے فرامین و ارشادات کے ساتھ ساتھ حضور پُر نور ﷺ کا عملی اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ عملی دیکھ لیا جائے اور یہاں سے جو فیصلہ ہو جائے اس کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے۔

چونکہ دوسری حدیث شریف میں حضور ﷺ نے اتباعِ سنت کے ساتھ ہی بدعت سے بچنے کا اور پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقعہ پر بدعت کی حقیقت عرض کر دیں۔

بدعت کی حقیقت

خود حضور پُر نور ﷺ نے سابقہ بیان شدہ حدیث میں بدعت کی حقیقت یہ بیان فرمائی ہے:

فان کل بمحدثة بدعة.

''یعنی دین میں پیدا کی جانے والی ہر نئی بات بدعت ہے۔''

خطبہ جمعہ میں حضور ﷺ ہر جمعہ کو یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

۱۔ غنیۃ الطالبین مترجم ص ۱۴۲۔

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتھا و کل بدعۃ ضلالۃ.(۱)

''اما بعد! بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت اور نمونہ محمد ﷺ کی سیرت ہے۔ سب سے زیادہ بُرے کام وہ ہیں جو دین میں پیدا کیے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھورد.(۲)

''جس شخص نے ہمارے اس دین میں وہ نئی بات پیدا کردی جو اس میں نہیں تھی تو ایسی بات مردود ہے''۔

ایک اور حدیث پاک میں حضور پرنور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

من عمل عملا لیس علیه امرنا فھورد.(۳)

''جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا (کار ثواب سمجھ کر) جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ کام مردود ہوگا یعنی اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوگا''۔

ان احادیث پاک سے ثابت ہوگیا کہ شریعت کی اصطلاح میں بدعت کی تعریف یہ ہے کہ:

''بدعت ہر وہ عمل یا عقیدہ ہے جس کو دین سمجھ کر اپنایا جائے لیکن اس کا ثبوت شریعت سے نہ ہو۔''

لہٰذا دنیاوی امور میں نئی نئی باتیں پیدا کرنا اور مختلف قسم کی ایجادات کرنا شریعت کی اصطلاح میں بدعت نہیں کہلائیں گی کیونکہ ان کو دین کا کام سمجھ کر نہیں کیا جاتا البتہ وہ تمام رسمیں جو شریعت سے ثابت نہیں ہیں لیکن انہیں دین کا کام سمجھ کر ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جاتا ہے یقیناً بدعت میں داخل ہونگی۔

۱۔ مشکوٰۃ ج اول ص ۲۷۔ ۲۔ بخاری شریف ج، اوّل، ص ۳۷۱

۳۔ بخاری شریف ج دوم، ص ۱۰۹۲

بدعت کتنی بُری چیز ہے؟

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۲۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

بدعت از معصیت بالا تر است و کفر از بدعت بالا تر۔
بدعت بکفر نزدیك است۔(۱)

''بدعت عام گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ بدعت سے اوپر صرف کفر کا گناہ ہے۔
بدعت کفر کے نزدیک ہے''۔

احادیث پاک میں بدعت کا ذکر انتہائی مذمت کے ساتھ آیا ہے۔ اس سلسلہ کی تمام احادیث کا ذکر تو باعثِ تطویل ہوگا اس لیے ہم پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ردِ بدعت کے سلسلہ میں ایک تحریر کا خلاصہ ذکر کیے دیتے ہیں جس میں اس سلسلہ کی تمام احادیث کا خلاصہ بھی موجود ہے۔ پیرانِ پیرؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) اہل بدعت سے اختلاط پیدا نہ کرو۔

(۲) اہلِ بدعت کو سلام نہ کرو۔

(۳) ان کے پاس نہ بیٹھو۔

(۴) ان کے پاس نہ جاؤ۔

(۵) خوشی کے دنوں اور عید میں ان کو مبارک مبادنہ کہو۔

(۶) جب وہ مریں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

(۷) جب ان کا ذکر ہو تو مہربانی اور شفقت کے کلمے ان کے حق میں نہ کہو۔

(۸) ان سے دور رہو۔

(۹) ان سے دشمنی رکھو اس اعتقاد کے ساتھ کہ ان کا مذہب غلط اور جھوٹ ہے اور ان سے دشمنی رکھنے میں ہم کو ثواب حاصل ہوگا۔

۱۔ فوائد الفواد ص ۱۰۱

(۱۰) حضور ﷺ نے فرمایا جس کسی نے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی یا بدعتی کو پناہ دی، اس پر خدا اور فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کے نہ فرائض قبول کرتا ہے اور نہ نوافل۔

(۱۱) جب بدعتی شخص کو راستہ میں دیکھو تو اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے جاؤ''۔ ملخصاً (۱)

بدعت اور بدعتی شخص کی اس قدر مذمت اور بُرائی اس لیے حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ بدعت ہی وہ واحد سبب ہے جس کے باعث پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام کے دین تباہ و برباد ہو کر رہ گئے تھے کیونکہ یہود و نصاریٰ کے علماء اصل دین کو چھپاتے تھے اور خود ساختہ باتوں کو مسئلہ کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے تاکہ اس طرح وہ اپنی چودھراہٹ کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کرلیں اور مال و دولت حاصل کرنے کے ذرائع زیادہ پیدا ہو جائیں۔ اس لیے حضور ﷺ نے بدعت سے بہت زیادہ نفرت دلائی ہے تاکہ خود ساختہ بدعات کے ذریعہ صحیح دین کا حلیہ نہ بگاڑ دیا جائے۔ بدعات کی اس قدر مذمت کرنے کی دوسری وجہ وہ ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۷۹ھ نے بیان فرمائی ہے کہ:

من ابتدع فی الاسلام بدعة یراها حسنة فقد زعم ان محمداً صلی الله علیه وسلم خان الرسالة لان الله تعالیٰ یقول اليوم اكملت لكم دينكم الاية. فما لم يكن يومئذ دينا فلايكون اليوم دينا. (۲)

جس نے اسلام میں کوئی نئی بات نکالی جس کو وہ اچھا جانتا ہے تو گویا اس نے یہ گمان کیا کہ حضور ﷺ نے ادائیگیٔ رسالت میں کوتاہی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا'' لہٰذا جو چیز اس وقت دین نہ تھی وہ چیز آج بھی دین نہیں بن سکتی۔

۱۔ مترجم غنیۃ الطالبین ص ۱۴۲۔ ص ۱۴۳ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔

۲۔ الاعتصام جلد اول ص ۴۹۔

حضور ﷺ ایک کامل و اکمل نمونہ ہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (سورۃ الاحزاب ۲۱)

حضور ﷺ کی ذات اقدس میں تمہارے لیے بہترین نمونہ موجود ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ (سورۃ آل عمران: ۳۰)

اے نبی! آپ لوگوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو جس کے نتیجہ میں اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہو گیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لیے حضور ﷺ کو ایک مکمل ترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے آپ کو کامل ترین نمونہ کے مطابق بنالیں۔ اپنی طرف سے اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہ کریں۔ اگر ہم نے اس نمونہ کی مکمل اتباع کر لی تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جائیں گے اور وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ ورنہ سوائے دنیا و آخرت کے گھاٹے اور بدبختی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک اور دُرود و سلام

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

قسم ہے پروردگار عالم کی کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پُر نور ﷺ کی بعثت کو ایک بہت بڑا احسان قرار دیا

ہے اور احسان کا فطری تقاضا ہے کہ اس پر محسن کا شکریہ ادا کیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ (سورة ابراهيم : ٧)

اگر تم میری نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو میں اس نعمت میں ضرور اضافہ کروں گا۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ (سورة والضحیٰ : ١١)

اپنے رب کی نعمتوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرو۔

حضور پرنور ﷺ کی آمد سے بڑھ کر ہمارے لیے اور کونسی نعمت ہوگی جنہیں رحمتہ للعالمین کی حیثیت سے بھیجا گیا ہے۔ یعنی ان کی ذاتِ اقدس سراپا نعمت و رحمت ہے اور چونکہ نعمت کا شکریہ اس میں مزید اضافہ کا موجب ہے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک حضور پرنور ﷺ کا ذکر جمیل ایمان کی پختگی، ثابت قدمی اور اتباعِ سنت کا سبب ہے۔ حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کن حالات میں اس دُنیا میں تشریف لائے؟ ماحول کیا تھا؟ خاندان کون اور کیسا تھا؟ کب نبوت ملی؟ پیغمبرانہ زندگی کیسے گزری؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا مقام عطا فرمایا؟ اور آپ کو کن معجزات سے نوازا گیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ موضوعات ہیں جو آپ کے ذکر جمیل کے ذیل میں آتے ہیں۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت اور اس وقت یا اس سے پہلے اور بعد میں ظاہر ہونے والے معجزات کے بیان کے لیے ہمارے اکابر نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مثلاً حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''**نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب**'' حضور پُرنور ﷺ کے معجزات کے بیان کے لیے لکھی گئی ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ حضور انور ﷺ کے فضائل و مناقب بلکہ آپ سے تعلق رکھنے والی کسی بھی چیز کا ذکر مبارک ہمارے لیے باعث سعادت ہے۔ قصہ مختصر کہ حضور ﷺ کے حالات خواہ قبل از ولادت کے ہوں یا اس کے بعد کے نیز خود ولادت باسعادت کا تذکرہ باعث خیر و برکت و نیک بختی و سعادت کی علامت ہے اور اس سے روگردانی و اعراض باعثِ محرومی و خسران اور شقاوت و بدبختی کی نشانی رہا درود و سلام کا معاملہ تو اس کے فضائل اس

کثرت سے احادیث میں بیان ہوئے ہیں کہ ان کے تفصیلی ذکر کے لیے سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات درکار ہیں۔

جس مجلس میں حضور پرنور ﷺ کا نام نامی لیا جائے اس وقت نہ صرف نام لینے والے پر بلکہ ہر سننے والے پر ضروری ہے کہ آپ پر درود بھیجے۔

ہمارے اکابرؒ نے درود شریف کے فضائل پر مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں مثلاً حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''زادالسعید'' شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی مشہور عالم کتاب ''فضائل ودرود شریف'' نیز درود شریف کی ایک مشہورِ زمانہ کتاب ''دلائل الخیرات'' کی ایک منزل روزانہ پڑھنا ہمارے بے شمار بزرگوں کا معمول ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے درود شریف کی بدولت ہی حاصل کیا ہے الغرض یہ کوئی نزاعی چیز نہیں ہے۔

اسی طرح منظوم کلام کے ذریعے حضور ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرنا اور بجائے نثر کے نظم میں آپ کے حالات وکمالات اور معجزات وغیرہ کا بیان بھی باعث ازدیاد محبت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ منظوم کلام میں آپ کی نعت بیان فرمایا کرتے تھے۔ یہ تمام امور محل نزاع سے خارج ہیں نزاع صرف مروجہ محفل میلاد میں ہے۔ اس لیے اب ہم مروجہ محفل میلاد کی حقیقت مختصراً ذکر کردیتے ہیں۔ بعد ازاں اس کے جواز وعدم جواز پر بحث کریں گے۔

مروجہ محفل میلاد کی حقیقت

عوام سے چندہ جمع کر کے ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے جس میں ضرورت سے زیادہ روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے بلکہ مسجد وغیرہ کی بیرونی دیواروں کو دلہن کی طرح بجلی کے چھوٹے چھوٹے قمقموں (جنہیں مرچوں سے تعبیر کیا جاتا ہے) سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ نیز مسجد کے اندر جھنڈیاں کثیر تعداد میں لگائی جاتی ہیں۔ غرض عام حالات کی بہ نسبت کہیں زیادہ

اہتمام کے ساتھ اور کثیر رقم خرچ کر کے اس جگہ کو آراستہ کیا جاتا ہے۔

اور ظاہر ہے اسلام جیسے سادے اور فطری مذہب میں اس قسم کے فضول اور غیر ضروری اخراجات کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے سوائے نمود و نمائش کے اس کا اور کوئی فائدہ نہیں۔ پھر اردو کا درود شریف جو احمد رضا خان صاحب نے نظم کیا ہے بلند آواز سے سب لوگ مل کر پڑھتے ہیں یعنی

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

نیز ایک شخص کچھ مخصوص اشعار پڑھتا ہے۔ کچھ دیر بعد اشعار ہی میں سب سے کہتا ہے کہ اب اُٹھ کھڑے ہو کیونکہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ پھر سب اس عقیدے کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ تشریف لے آئے ہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مچی ہے دھوم پیغمبر کی آمد آمد ہے
حبیب خالقِ اکبر کی آمد آمد ہے
خوشی کے جوش میں ہیں بلبلیں بھی نغمہ کناں
چمن میں آج گل تر کی آمد آمد ہے
دو زانو ہو کے ادب سے پڑھو صلوٰۃ و سلام
عزیز و خلق کے مصدر کی آمد آمد ہے
جمیل قادری کہہ دے کھڑے ہوں اہل سنت
ہمارے حامی و یار کی آمد آمد ہے

ایضاً

نبی آج پیدا ہوا چاہتا ہے
یہ کعبہ گھر اس کا ہوا چاہتا ہے
خریدے گا عصیاں کو رحمت کے بدلے

خریدار پیدا ہوا چاہتا ہے
یہ عالم بنایا ہے جس کا براتی
ہویدا وہ دولہا ہوا چاہتا ہے
خدا کے خزانوں کا مختار و حاکم
شہ دین و دُنیا ہوا چاہتا ہے
اٹھو بہر تعظیم اے اہل محفل
نبی جلوہ فرما ہوا چاہتا ہے[1]

اس کے بعد بزعم خویش حضور ﷺ کی موجودگی میں بلند آواز سے سب لوگ مل کر لے سے لے ملا کر (کھڑے کھڑے) اُردو کا درود شریف پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس مخصوص شکل کے ساتھ جو محفل میلاد رائج ہے بریلوی حضرات اس کو واجب اور فرض کفایہ قرار دیتے ہیں چنانچہ قاضی فضل احمد صاحب فرماتے ہیں۔ان عبارات اور فتاوئ علماء سے یہ صاف ظاہر ہے کہ پہلے زمانے میں مولود شریف کا کرنا صرف مستحسن یا مستحب اور مسنون تھا لیکن اب اس زمانے میں اس کو ضروری تصور کر کے فرض کفایہ تحریر فرمایا ہے[2]۔

جس کی تصدیق بریلویوں کے امام احمد رضا خان صاحب اور دیگر ۴۰ بریلوی علماء نے کی ہے...... اس محفل میں ذکر ولادت باسعادت کے وقت کھڑے ہونے کو بریلوی حضرات اس قدر ضروری خیال کرتے ہیں کہ جو شخص اس موقعہ پر کھڑا نہ ہوا سے یہ لوگ دائرہ اسلام ہی سے خارج سمجھتے ہیں چنانچہ قاضی فضل احمد صاحب لکھتے ہیں۔

''اگر کوئی شخص ذکر ولادت باسعادت کے وقت مولود شریف میں تعظیم آنحضرت ﷺ کے لیے کھڑا نہ ہو وہ آیت قرآنی کا منکر شقی القلب (بد بخت دل والا) مہین (اہانت کرنے والا) آنحضرت ﷺ کا ہے[3]۔

۱۔ قبالۂ بخشش ص ۹۲۔۹۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

۲۔ انوار آفتاب صداقت ص ۳۹۸۔

۳۔ انوار آفتاب صداقت ص ۴۲۶۔

جس کی تصدیق بریلویوں کے امام احمد رضا خان صاحب اور دیگر ۴۰ بریلوی علماء نے کی ہے۔

ایک اور مقام پر قاضی فضل احمد صاحب ایک عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ترک کرنا قیام کا حضور سرورِ عالم ﷺ کی جناب میں استخفاف اور توہین ہے جو کفر ہے[1]۔

جس کی تصدیق بریلویوں کے امام احمد رضا خان صاحب نے کی ہے۔

مروجہ محفل میلاد کے بارے میں ہمارا موقف

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم.[2]

"سب سے بہتر زمانہ میرا ہے (یعنی صحابہ کرام کا زمانہ) پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ متصلاً بعد میں آئیں گے (یعنی تابعین عظام) پھر وہ لوگ جو متصلاً ان کے بعد آئیں گے (یعنی تبع تابعین)"۔

ہمارا موقف مروجہ محفل میلاد کے بارے میں یہ ہے کہ نہ اس کا تذکرہ قرآنِ پاک میں ہے اور نہ ہی اس کا پتہ حضور ﷺ کی سنت میں ملتا ہے اور نہ صحابہؓ، تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں اس کا کوئی سراغ ملتا ہے۔

باوجود یہ کہ ربیع الاوّل کا مہینہ اس کی مخصوص تاریخیں اور قرآن وسنت کا تمام وہ ذخیرہ ان حضرات کی نظروں سے اوجھل نہ تھا۔ جسے آج فریق مخالف مروجہ محفل میلاد کے اثبات کے لیے پیش کرتا ہے اور ان میں عشق رسول ہم لوگوں سے کہیں زیادہ اور فراواں مقدار میں پایا جاتا تھا اور اس عمل کو انجام دینے سے کوئی رکاوٹ بھی اس دور میں موجود نہ تھی لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ بدعت ہے جس کا ذکر احادیث میں انتہائی مذمت کے ساتھ آیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

۱۔ ایضاً ص ۴۳۴۔

۲۔ مشکوٰۃ ج دوم ص ۵۵۳، بخاری ج ۱ ص ۳۶۲، مسلم ج ۲ ص ۳۰۹۔

یہاں پہنچ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ مروجہ محفل میلاد قرآن وسنت سے ثابت نہیں اور صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں اس کا وجود نہ تھا اور اہلسنّت والجماعت کے چاروں ائمہ کرام۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے ہاں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ تو پھر یہ رسم شروع کب ہوئی؟ کون اس کو شروع کرنے والا تھا؟ اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کی ابتدائی تاریخ ذکر کر دیں۔

مروجہ محفل میلاد کی ابتداء کب اور کس نے کی؟

بجائے اس کے کہ ہم اپنی جانب سے اس کے متعلق کچھ لکھیں بریلویوں کے مشہور علماء کی تحریرات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بریلویوں کے مفتی احمد یار خان صاحب ایک عربی عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

''جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے اور (عمر) ابن دحیہ نے اس کے لیے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں''(۱)۔

بریلویوں کے ایک اور عالم جناب قاضی فضل احمد صاحب لکھتے ہیں:

''یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اس ہیئت کذائیہ (مخصوص شکل) سے یہ عمل خیر و برکت ونعمت دونعمت ۶۰۴ھ سے بحکم بادشاہِ اولی الامر...... جاری ہے(۲)۔

اس کتاب کی بریلویوں کے امام احمد رضا خاں صاحب سمیت ۴۱ بڑے بڑے علماء نے تصدیق کی ہے۔ ان دونوں عبارتوں سے یہ ثابت ہوگیا کہ بریلوی علماء کو بھی اس کا اقرار ہے کہ اس مخصوص شکل کے ساتھ میلاد کی ابتداء حضور پرنور ﷺ کے ۶۰۰ سال بعد ساتویں صدی میں ہوئی ہے اور شاہِ اربل اور عمر بن دحیہ نے مل کر اس کو ایجاد کیا ہے اور

۱۔ جاء الحق ص ۲۳۷ ج اول۔

۲۔ انوارِ آفتابِ صداقت ص ۳۹۳۔

بریلویوں کے اقرار سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اَربل کے بادشاہ (ابوسعید مظفر الدین) کے لیے سب سے پہلے میلاد کی کتاب ایک سرکاری ودرباری مولوی عمر بن دحیہ نے لکھی اور بادشاہ سے بطور انعام ایک ہزار اشرفیاں حاصل کیں۔ اِس عالم کے حالات حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیے ہیں۔

كان ظاهري المذهب كثير الوقيعة في الائمة وفي السلف من العلماء خبيث اللسان احمق شديد الكبر.

وہ مذہباً ظاہری تھا۔ (اہلسنّت کے علاوہ یہ ایک باطل فرقہ ہے) ائمہ اہلسنّت اور دوسرے متقدمین علماء پر شدید اعتراض کیا کرتا تھا، گندی زبان والا، بیوقوف اور بہت متکبر تھا[1]۔

نیز محدث ابن نجار مروجہ محفل میلاد کے بانی مولوی عمر بن دحیہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

قال ابن نجار ائيت الناس مجتمعين على كذبه.

''میں نے سب لوگوں کو اس کے جھوٹے ہونے اور ناقابل اعتماد ہونے پر متفق پایا ہے''[2]۔

ایک اور محدث اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''ایسی ایسی باتوں کا دعویٰ کیا کرتا تھا جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی تھی''[3]

اس محفل میں جو شاہ اَربل اور عمر بن دحیہ جیسے مولوی نے ایجاد کی تھی اس میں ذکر ولادت باسعادت کے وقت کھڑا ہونا داخل نہ تھا۔ کھڑے ہونے کو قیام کہتے ہیں۔ یہ قیام مزید ڈیڑھ سو سال بعد میں ایجاد ہوا تھا۔ چنانچہ زمانہ حال کے مشہور بریلوی عالم جناب احمد سعید شاہ صاحب کاظمی لکھتے ہیں۔

''مسئلہ قیام میلاد میں امام سبکی اور ان کے ہمعصر مشائخ وعلماء کی اقتداء کافی ہے''۔[4]

جناب تقی الدین سبکی کا انتقال ۷۵۶ھ میں ہوا ہے۔ بریلویوں کے احمد سعید شاہ صاحب کاظمی کی عبارت بالا سے ثابت ہوگیا کہ نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر

۱۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۲۹۶۔ ۲۔ ایضاً ج ۴ ص ۲۹۵۔
۳۔ ایضاً ج ۴ ص ۲۹۴۔ ۴۔ کتاب میلاد النبی ص ۵۸۔

مبارک کے وقت کھڑا ہونا تقی الدین سبکی المتوفی ۷۵۶ھ کے دور سے شروع ہوا ہے۔ رہا ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبیؐ قرار دینا تو یہ تو ابھی اسی صدی کی بات ہے۔ سب بڑی عمر کے لوگ اس دن کو بارہ وفات کہا کرتے تھے۔

اس کو عید میلاد النبی قرار دینا محمد نور بخش توکلی کا کام ہے چنانچہ زمانۂ حال کے ایک بریلوی عالم محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

"آپ (محمد نور بخش توکلی) ہی کی مساعی جمیلہ سے متحدہ ہندو پاک میں بارہ وفات کی بجائے "عید میلاد النبی ﷺ" کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی"(۱)۔

یاد رہے کہ محمد نور بخش توکلی کا انتقال ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ بمطابق ۲۴/ مارچ ۱۹۴۸ء کو ہوا تھا۔

ایک دوسرے بریلوی عالم علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے موصوف کے حالات میں رقم طراز ہیں کہ

"آپ کی دینی خدمات سے ایک نہایت اہم خدمت یہ ہے کہ آپ نے گورنمنٹ کے گزٹ اور سرکاری کاغذات میں "بارہ وفات" غلط العموم اصطلاح کو عید میلاد النبی کے نام سے تبدیل کرانے کی جدوجہد کی اور اس میں یہاں تک کامیاب ہوئے کہ گورنمنٹ سے اس مقدس دن کی تعطیل عام منظور کرائی۔ آج یہی تعطیل خدا کے فضل سے اسلامیانِ پاکستان کی ایک اہم تقریب میں تبدیل ہوگئی ہے" (۲)۔

بارہ ربیع الاول کی تاریخ جو مشہور قول کے مطابق حضور پُر نور ﷺ کی تاریخ وفات ہے اس کو نور بخش توکلی صاحب نے عید میلاد النبی بنا دیا۔ باوجود یہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت بروز پیر ہوئی اور تقویمی اصول کے مطابق پیر

۱۔ تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۵۵۹۔
۲۔ مقدمہ تذکرہ سیدنا غوث اعظم ص ۸،

کا دن ۲ ر ربیع الاول یا پھر ۹ ربیع الاول کو آتا ہے، از روئے حساب بارہ ربیع الاول کو پیر کا دن درست بنتا ہی نہیں [1]۔

بارہ ربیع الاول کی تاریخ گویا اس فارسی ضرب المثل کا مصداق ہے کہ

"ابتدائے ظلم در جہاں اندک بود ہر کہ آید براں مزید کرد" یعنی ظلم کی ابتدا جہان میں معمولی سی ہوتی ہے لیکن جو بھی آتا ہے اس پر اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔

مروجہ محفل میلاد میں بدعت ہونے کے علاوہ دیگر کئی شرعی خامیاں موجود ہیں۔ مروجہ محفل میلاد کی اس حیثیت کو تو دلائل کے ساتھ واضح کر دیا گیا ہے کہ اس کی موجودہ ہیئت و صورت صحابہ اور فقہاء کے دور میں کسی تاریخی حوالے سے ثابت نہیں کیا جا سکتا اور یہ بعد کی پیداوار اور بدعت ہے، لیکن بدعت ہونے کے علاوہ اس میں کئی شرعی خامیاں ایسی ہیں جو اس کے ناجائز ہونے کے لیے بجائے خود بہت کافی ہیں۔

مروجہ محفل میلاد میں پائی جانے والی شرعی خرابیاں

پہلی شرعی خرابی

ایک غیر ضروری کام کو ضروری سمجھنا! شریعت کی نظر میں یہ چیز انتہائی مذموم ہے کہ جس چیز کو اس کے اپنے مقام سے گھٹا یا بڑھا دیا جائے مثلاً کسی فرض و واجب چیز کو اس کے اپنے مرتبہ سے گھٹا کر محض سنت و مستحب کے درجہ میں لے آیا جائے۔ یا کسی مستحب و مباح کام کو اس کے اپنے درجہ سے بڑھا کر فرض یا واجب قرار دے دیا جائے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلاته یری ان حقاً علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه لقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم کثیراً ینصرف عن یساره [2]

۱۔ حوالہ کے لیے دیکھئے رحمۃ للعالمین۔ ج اول ص ۴۰ مصنفہ قاضی سلیمان منصور پوری (۲) اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۱۳۲۸ (۳) سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۰۹ مصنفہ علامہ شبلی نعمانی۔

۲۔ بصیرت از سید محمود احمد رضوی ص ۲۳۷ بحوالہ مرقات ج ۲ ص ۳۵۳۔

"تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے کہ وہ نماز سے فراغت کے بعد دائیں جانب مُڑنے کو ہی ضروری سمجھ لے۔ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو بائیں جانب مُڑتے دیکھا ہے"۔

بریلوی حضرات بھی اس شرعی اصول کے ماننے میں ہمارے ساتھ پوری طرح متفق ہیں چنانچہ بریلویوں کے علامہ سید محمود احمد رضوی مہتمم مدرسہ حزب الاحناف لاہور رقمطراز ہیں:

"فقہاء احناف بہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی امر مستحب کو فرض واجب سمجھنے لگے، یا کسی امر مستحب کو فرض وواجب کا درجہ دے تو جان لو کہ اس پر شیطان کا داؤ چل گیا۔ علامہ طیبیؒ شرح مشکوٰۃ میں (حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بالا کے ذیل میں) لکھتے ہیں کہ "اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب کو ضروری سمجھے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان کا داؤ اس پر چل گیا" (کہ شیطان نے اسے گمراہ کردیا) جب کسی مستحب کو ضروری سمجھنے کا یہ حکم ہے تو اندازہ لگاؤ کہ کسی بدعت یا منکر (بری بات) کو ضروری سمجھنے والے کا کیا حال ہوگا[1]۔

بہر حال حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور فقہاء احناف کے اس بیان سے جو بریلویوں کے علامہ سید محمود احمد رضوی نے نقل کیا ہے۔ یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ کسی غیر ضروری کام کو ضروری کام سمجھ کر کرنے والا شخص شیطان کے پھندے میں پھنس کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص غیر ضروری کام کو ضروری نہیں سمجھتا لیکن اتنی پابندی سے کرتا ہے کہ دیکھنے والا شخص اس کو ضروری سمجھ لیتا ہے تو وہ بھی انہی لوگوں کے زمرے میں شامل ہوگا جو غیر ضروری کام کو ضروری سمجھ کر کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے علمائے کرام بیان فرماتے ہیں کہ کسی نماز میں کوئی مخصوص سورت ہمیشہ اور مسلسل پڑھنا منع ہے چنانچہ بریلویوں کے مفتی محمد خلیل صاحب رقمطراز ہیں:

"سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورتیں پڑھا کرے مکروہ ہے۔ مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی تبرکاً پڑھ لینا مستحب ہے

۱۔ بصیرت از سید محمود احمد رضوی، ص ۲۳۷، بحوالہ مرقات ج ۲، ص ۳۵۳

مگر ہمیشہ نہ پڑھے کہ کوئی واجب گمان کرلے'' (۱)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی غیر ضروری کام کو ضروری سمجھنا یا اس کو اتنے اہتمام اور پابندی کے ساتھ کرنا، جس سے دیکھنے والے کو یہ شبہ گزرے کہ یہ کام ضروری ہے شرعاً منع ہے اور بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے شخص پر شیطان کا داؤ چل گیا اور اس نے اس شخص کو گمراہ کردیا ہے۔

دوسری شرعی خرابی

ایک غیر ضروری کام کے لیے لوگوں کو دعوت دینا اور جمع کرنا۔

فرائض و واجبات کے لیے دعوت دینا اور لوگوں کو بلانا اور جمع کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ضروری اور فرض ہے لیکن نفلی کاموں کے لیے فرائض و واجبات کا سا اہتمام کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نمازِ چاشت کو مسجد میں اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ''جو لوگ اسے بدعت کہتے ہیں وہ ان لوگوں کے مجتمع ہونے اور مسجد میں علی الاعلان پڑھنے کی بناء پر ہے۔ مطلب یہ کہ یہ نماز (چاشت کی نماز) حد ذات میں (یعنی بذات خود) تو مشروع (جائز) ہے لیکن اس کا ایسا اجتماع واظہار جیسا کہ فرائض میں ہے بدعت ہے اس لیے کہ نوافل میں سنت (طریقہ) اور اس کی فضیلت چھپانے اور گھر میں پڑھنے میں ہے'' (۲)۔

اسی طرح نفل نماز کو جماعت سے ادا کرنا گو جائز ہے مگر لوگوں کو بلا کر اور اکٹھا کر کے اہتمام کے ساتھ نوافل کی جماعت کرنا مکروہ ہے اور اتفاقیہ طور پر اگر چار یا پانچ آدمی جمع ہو جائیں تو بھی نفل نماز باجماعت پڑھنا منع ہے کیونکہ اگرچہ یہاں اہتمام کے ساتھ نفل کی

۱۔ ہمارا اسلام ص ۶۹ حصہ چہارم

۲۔ مدارج النبوت اردو جلد اول ص ۶۸۰ مطبوعہ کراچی۔

جماعت کے لیے بلایا نہیں گیا ہے لیکن پھر بھی اہتمام کی سی شان خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اس لیے چار یا پانچ آدمیوں کا نفل نماز با جماعت پڑھنا منع ہے خواہ بلا کر ان کو جمع کیا گیا ہو یا بلا دعوت خود بخود جمع ہو گئے ہوں۔

چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی (لوگوں کو بلا کر اکٹھا کر کے) مکروہ ہے...... تداعی (جمع کرنے کے لیے بلانا) مذہب اصح میں (زیادہ صحیح مذہب کے مطابق) اس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں'' (۱)۔

مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں پر اعتراض کرتے ہوئے جو مسجد میں تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں۔

''نماز تہجد کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اطراف و جوانب سے اس وقت لوگ نماز تہجد کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور خاص اہتمام سے اس کو ادا کرتے ہیں حالانکہ یہ عمل (نفل نماز کے لیے لوگوں کو بلانا اور اہتمام کرنا) مکروہ تحریمی ہے''۔ (۲)

بہر حال ان حوالجات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نوافل کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا اور کسی مقام پر جمع کر کے با جماعت ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور اتفاقیہ طور پر اگر چار آدمی جمع ہو جائیں تو بھی نوافل جماعت کے ساتھ ادا نہیں کیے جاسکتے کیونکہ اس میں بھی اہتمام کی سی شان پیدا ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ پانچوں نمازوں کی سنتوں اور نوافل کو گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ کیونکہ بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۸۰۔

۲۔ مکتوبات مجدد الف ثانی حصہ سوم ص ۱۰

''نوافل میں سنت طریقہ اور اس کی فضیلت چھپانے اور گھر میں پڑھنے میں ہے''۔ (۱)

اور بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

'' تراویح اور تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل، سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، گھر میں پڑھنا افضل اور باعثِ ثوابِ اکمل ہے'' (۲)۔

اس کے بعد دلائل سے اس مسئلہ کو ثابت کر کے لکھتے ہیں۔

'' اگر بالفرض رسول اللہ ﷺ نے دائما سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھیں ہوتیں۔ تاہم بعد اس کے حضورؐ ہم سے ارشاد فرما چکے۔ '' فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنا چاہئیں''۔ اور فرمایا ماورائے فرائض (فرائض کے علاوہ) اور نمازیں گھر میں پڑھنا۔ مسجد مدینہ طیبہ (مسجد نبوی) میں پڑھنے ت :ی.. ثواب رکھتا ہے'' (۳)۔

البتہ اس مقام پر اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں مسجد ے ند تعلیم وعظ اور مقدمات کے فیصلے وغیرہ ہوتے تھے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ سب امور فرائض میں سے ہیں چنانچہ دینی تعلیم حاصل کرنا اور دینی تعلیم دوسروں کو دینا فرض ہے۔ اسی طرح وعظ کہنے کا مقصد لوگوں کو احکامِ شرعیہ سے مطلع کرنا ہے، یہ بھی فرض ہے۔ نیز حاکم پر فرض ہے کہ لوگوں کے جھگڑوں کا اور مقدمات کا شریعت کے مطابق فیصلہ کرے جیسے کہ حضور ﷺ کو خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿ فَاحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ ﴾ (سورۃ المائدہ آیت: ۴۸)

'' آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں ان احکام کے ساتھ جو اللہ نے آپ پر اُتارے ہیں''۔

۱۔ مدارج النبوت اردو ج اول ص ۶۸۰۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۷۸۔

۳۔ فتاویٰ رضویہ ج سوم ص ۴۷۹۔

جب فریقین اس اصول ...... ''غیر ضروری کام کے لیے اہتمام کرنا اور لوگوں کو دعوت دے کر، بلا کر اس کو سرانجام دینا شرعاً ناجائز ہے'' ۔کو تسلیم کرتے ہیں ۔ پھر نا معلوم بریلوی حضرات یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ '' مروجہ محفل میلاد '' ساتویں صدی ہجری کی پیدا شدہ ایک رسم ہے اس کو فرض و واجب قرار دے کر فرائض سے بھی زیادہ اس کے لیے اہتمام کیوں کرتے ہیں؟

تیسری شرعی خرابی

بلا دلیل یہ اعتقاد قائم کر لینا کہ حضور پُر نور ﷺ ہماری محفل میلاد میں یقیناً تشریف لاتے ہیں اور پھر اسی بناء پر کھڑا ہونا۔

حنفی اہل سنت والجماعت ہی نہیں بلکہ تمام اہل حق لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی قطعی دلیل کے بغیر کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی ارشاد فرماتے ہیں:

ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات. (۱)

'' اعتقادات میں ظنی چیزوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے (یعنی اعتقادات کیلئے قطعی دلیل درکار ہے۔''

اس اصول...... '' اعتقادات کے لیے دلیل قطعی درکار ہے'' ۔

• کو بریلوی حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں۔

'' احادیث احاد در بارۂ اعتقاد نا قابل اعتماد '' (۲)

یعنی احادیث آحاد جن کے روایت کرنے والے دو چار افراد ہوں ان سے عقائد ثابت نہیں ہوتے ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

۱۔ شرح عقائد نسفی۔ ۲۔ فتاوی رضویہ جلد دوم ص ۴۵۱۔

''حدیث آحاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن (گمان) ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں'' (۱)۔

احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت کا مطلب واضح ہے کہ جس حدیث کے راوی دو چار افراد ہوں ان سے عقائد ثابت نہیں ہوا کرتے۔ عقائد ثابت کرنے کے لیے قطعی دلائل درکار ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس متفق علیہ اصول کے باوجود بریلوی حضرات بلا دلیل یہ عقیدہ بنائے ہوئے ہیں کہ مروجہ محفل میلاد میں حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید فرنگیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے یہ عقیدہ مسلمانوں نے اپنا لیا ہے کیونکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ جو مجلس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر منعقد کی جاتی ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاتے ہیں چنانچہ بائبل میں مذکور ہے۔

''جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں'' (۲)

مسلمانوں کے لیے تو کسی طرح بھی جائز نہیں کہ وہ یہ عقیدہ قائم کر لیں کہ جو محفل حضور ﷺ کے نام پر منعقد کی جائے تو حضور ﷺ اس میں ضرور تشریف لاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ عقائد کی خرابی اعمال کی خرابی سے کہیں زیادہ بُری اور نقصان دہ ہے۔

چوتھی شرعی خرابی

اس قدر اہتمام سے یہ محفل میلاد منعقد کی جاتی ہے کہ جس سے ناواقف عوام کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ نماز روزہ وغیرہ فرض امور سے زیادہ محفل میلاد کی شرکت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کی نماز بھی نہ پڑھنے والے لوگ اس محفل میلاد میں ضرور شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر بریلویوں کے مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں۔

''بعض دیہات کے لوگ جمعہ میں آتے نہیں اور اس طرح سے بلاؤ تو جمع نہیں ہوتے۔ ہاں محفل میلاد شریف کا نام لو تو فوراً بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔ خود میں نے بھی اس کا بہت تجربہ کیا ہے'' (۳)۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ ج دوم ص ۴۵۱۔ ۲۔ انجیل متی باب ۱۸ آیت ۲۰ ۳۔ جاء الحق حصہ اول ص ۲۳۷

عوام کو غلط عقائد ونظریات سے بچانا بھی ضروری ہے۔ اس لیے اگر کسی غیر ضروری کام کرنے کے باعث لوگ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہوں تو وہ غیر ضروری گو اپنی جگہ اچھا ہی کیوں نہ ہو ترک کر دیا جاتا ہے۔

اس اصول کو بریلوی علماء بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ جناب احمد رضا خان صاحب سے ایک بار پوچھا گیا کہ بعض علاقوں میں لوگ نماز عید اور نماز استسقاء کو جاتے ہوئے علم (جھنڈا) لے کر عید گاہ تک جاتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے تو انہوں نے اس کا جائز اور مباح قرار دینے کے بعد لکھا۔

''ہاں جہاں اس سے کوئی محذور شرعی (شرعی طور پر کوئی غلط بات) پیدا ہوتا ہو مثلاً جن بلاد (شہروں) میں محرم کے علم (جو شیعہ نکالتے ہیں) رائج ہیں عوام اس کو ان سے سمجھیں یا اس سے ان کے جواز پر استدلال کریں اور فرق سمجھانے کی ضرورت پڑے وہاں اس سے احتراز ہی کیا جائے کہ کوئی امر ضروری نہیں اور احتمال فتنہ وفساد عقیدہ ہے نہ ہر ایک کو سمجھا سکیں اور نہ ہر ایک سمجھانے سے سمجھے گا تو ایسی بات کرنی کیا ضروری ہے؟ حدیث میں ارشاد ہوا ''ایاک وما یعتذر منه'' (یعنی جن چیزوں کے کرنے سے لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہو ان سے پرہیز کرو تا کہ بعد میں عذر نہ کرنا پڑے)'' (۱)

اسی طرح عوام میں ایک نماز صلاۃ الرغائب کے نام سے رائج تھی جسے رجب کے مہینہ میں لوگ جماعت کے ساتھ معراج کی رات میں پڑھا کرتے تھے۔ نیز شب برات اور شب قدر میں بھی لوگ صلاۃ البراۃ اور صلاۃ القدر بڑے اہتمام اور جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ فقہاء کرام نے اس اہتمام اور جماعت کے ساتھ ان نفل نمازوں کو پڑھنے سے روک دیا۔ بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

۱۔ عرفان شریعت حصہ دوم ص ۴۷

''متاخرین کا اُن (صلاۃ الرغائب، صلاۃ البراۃ اور صلاۃ القدر) پر انکار اس نظر سے ہے کہ عوام ان نمازوں کو سنت نہ سمجھیں'' (۱)

احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت نے بتا دیا کہ علماء کرام نے ان نمازوں کے پڑھنے سے محض اس لیے روکا ہے کہ ان کے پڑھنے سے عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہ نمازیں سنت ہیں اور عوام کو اس غلط نظریہ (کہ یہ نمازیں سنت ہیں) سے بچانے کے لیے علماء کرام نے ان نمازوں کو اہتمام وغیرہ سے پڑھنے سے روک دیا۔

بہر حال ثابت ہو گیا کہ فریقین کے نزدیک یہ اصول صحیح اور مسلم ہے کہ ''ان تمام غیر ضروری کاموں کو چھوڑ دینا ضروری ہے جن سے عوام کسی غلط نظریہ اور فاسد عقیدہ میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ گو وہ غیر ضروری کام اپنے مقام پر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عوام کے عقائد و نظریات کی حفاظت بڑا اہم فریضہ ہے''۔

لیکن بریلوی حضرات نا معلوم ''مروجہ محفل میلاد'' پر اس اصول کو لاگو کرنے سے کیوں راہِ فرار اختیار کرتے ہیں۔ مروجہ محفل میلاد کو اگر تھوڑی دیر کے لیے جائز بھی فرض کر لیا جائے تو بھی جب لوگ اس کو فرض و واجب کا درجہ دینے لگ گئے ہیں اور یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ مروجہ محفل میلاد اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے اور اس پر اتنا اصرار ہے کہ نوبت مقدمات تک پہنچ رہی ہے تو ان حالات میں مذکورہ بالا شرعی اصول کی رُو سے اس محفل کو بند کر دینا چاہیے۔

پانچویں شرعی خرابی

ایسے اشعار محفل میلاد میں پڑھے جاتے ہیں جو از روئے شریعت قطعاً صحیح نہیں ہوتے ہیں مثلاً جو اشعار ہم پہلے عرض کر چکے ہیں ان میں ایک شعر یہ ہے۔

نبی آج پیدا ہوا چاہتا ہے
یہ کعبہ گھر اس کا ہوا چاہتا ہے

۱۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۴۸۵

حضور پُر نور ﷺ کی ولادت باسعادت کو آج ساڑھے چودہ سو سال کا عرصہ گزر رہا ہے اور آفتاب رسالت کے تریسٹھ سال کا عرصہ گزار کر پردہ فرما جانے کو بھی آج تقریباً چودہ سو سال بیت رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ ولادت و وفات کا ایک دن مقرر ہے۔ کسی بھی فرد بشر کی ولادت ایک سے زائد بار نہیں ہوتی لیکن بریلوی حضرات آئے دن محفل میلاد میں یہ کہتے رہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر میں حضور ﷺ پیدا ہونے والے ہیں جو شدید قسم کی ایک گستاخی ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر جو پہلے درج کیا جا چکا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

خدا کے خزانوں کا مختار و حاکم

شہ دین و دنیا ہوا چاہتا ہے

اس شعر کو سن کر ہر ناواقف اور جاہل شخص یہ عقیدہ بنالے گا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مختار و حاکم حضور ﷺ بن چکے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں ہے اور اس شعر میں حضور پُر نور ﷺ کو مکمل طور پر خدا تعالیٰ کے خزانوں کا مختار و حاکم بتایا جا رہا ہے۔

بہرحال ثابت ہو گیا کہ آج کل کی مروجہ محفل میلاد نہ صرف یہ کہ تکمیل دین اسلام کے چھ سو سال بعد کی پیدا شدہ ایک بدعت ہے بلکہ اس قسم کی بیشمار شرعی خرابیوں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک خرابی اس رواجی محفل میلاد کے ناجائز ہونے کے لیے تن تنہا کافی ہے۔

مروجہ محفل میلاد پر اہل بدعت کے دلائل کے جوابات

ہم باحوالہ ثابت کر چکے ہیں کہ ''مروجہ محفل میلاد'' حضور ﷺ کے چھ سو سال بعد پیدا ہوئی ہے اس لیے بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ اس مروجہ محفلِ میلاد کو ثابت کرنے کے لیے قرآنِ مجید یا حدیث پاک یا صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر مروجہ محفل میلاد قرآن و سنت یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوتی تو بریلوی حضرات یہ کبھی نہ فرماتے کہ اس مخصوص محفل میلاد کا ایجاد کرنے والا بادشاہ اور مولوی عمر بن دحیہ ساتویں صدی ہجری کے آدمی ہیں۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود عوام کو مغالطہ دینے کے لیے وہ قرآن پاک کی چند آیات اور کچھ احادیث بھی پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اُن آیات واحادیث پاک کے صحیح معانی اور اُن کا اصل مطلب واضح کردیں۔

قرآنِ پاک سے استدلال اور اس کا جواب

پہلی آیت

﴿ ان اللّٰہ وملئکتہ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْاعَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾ (سورة الاحزاب: ٥٦)

''اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

اس آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی مخصوص رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور فرشتے حضور پُرنور ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعاء رحمت کرتے ہیں (یعنی اے اللہ! اُن پر تو اپنی رحمتیں نازل فرما) لہٰذا اے ایمان والو! تم بھی ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو اس بات میں اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔ بریلویوں کا یہ قول کہ تمام عبادات میں صرف درود شریف ایک ایسی عبادت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ شریک ہیں تو یہ ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ بندے درود شریف یوں پڑھا کرتے ہیں۔ **اللھم صلِ علیٰ محمد الخ** جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ حضرت محمد ﷺ پر اپنی رحمت نازل فرما تو کیا اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح درود شریف پڑھتے ہیں۔ یقیناً اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا خدا کوئی اور تو ہے نہیں جس کے سامنے وہ یہ دُعا کرے کہ اے اللہ اپنی رحمت محمد ﷺ پر نازل فرما۔ در حقیقت یہ مغالطہ اس لیے لگ گیا کہ لفظ صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور عام مومنین کی طرف کی گئی ہے جس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ تینوں طرف نسبت کے وقت معنی ایک ہی رہیں گے حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ علماء کرام اور قرآنِ پاک کے مفسرین نے یہ بیان فرمایا کہ صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو رحمت بھیجنا مراد ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں نبی پر اور جب اس کی نسبت فرشتوں یا مومنین کی طرف ہو تو اس سے مراد

دعاء رحمت ہوتی ہے۔ یعنی فرشتے اور مومنین حضور ﷺ کے لیے دعاء رحمت کرتے ہیں لہٰذا آیت مذکورہ بالا سے یہ سمجھ لینا کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور مسلمان سب درود پڑھنے میں شریک ہیں غلط ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا حضور پُر نور ﷺ پر صلوٰۃ یعنی درود بھیجنے کا ذکر ہے۔ لہٰذا مروجہ محفل میلاد ثابت ہوگیا تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اولاً تو یہ بات ہی بالکل بے جوڑ ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے سے ہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مروجہ محفل میلاد ثابت ہوتا ہے تو پھر ہر مسلمان کا میلاد ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ جس رکوع میں آیت مذکورہ موجود ہے اس سے پہلے والے رکوع میں عام مسلمانوں پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر ہے۔ وہ آیت یہ ہے جس کا ترجمہ فریق مخالف کے سب سے بڑے عالم احمد رضا خان صاحب نے یہ کیا ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ. ﴾ (۱)

''(اے ایمان والو) وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے''۔

اسی طرح حدیث شریف کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کے ص ۹۸ پر ۳ حدیثیں بالکل انہی لفظوں (ان اللہ وملئکتہ یصلون) کے ساتھ آئی ہیں جن میں زیر زبر کا بھی فرق نہیں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) ان اللہ وملئکتہ یصلون علی الذین یلون الصفوف اولا ولی. (۲)

(۲) ان اللہ وملئکتہ یصلون علی میامن الصفوف. (۳)

(۳) ان اللہ وملئکتہ یصلون علی الصف الاوّل. (۴)

۱۔ سورۃ الاحزاب: ۴۳ ترجمہ قرآن پاک از احمد رضا خان بریلوی۔

۲۔ ابوداؤد ص ۹۷

۳۔ ابوداؤد ص ۹۸،

۴۔ مسند احمد

(۱) ''یعنی خدا اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو پہلی صفوں کے قریب ہوں۔

(۲) ''یعنی خدا اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں صفوں کے اندر دائیں جانب والے لوگوں پر۔''

(۳) ''یعنی اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں پہلی صف والے لوگوں پر۔''

جب ان تمام مقامات پر خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے پہلی صف والے لوگوں یا دائیں جانب والے لوگوں پر صلوٰۃ بھیجنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم اب ان لوگوں کا میلاد کرنا شروع کر دیں۔

بعینہ اسی طرح حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا میلاد مخصوص طریقے سے شروع کر دیا جائے۔ ان تمام عبارات کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں پر اپنی مخصوص رحمتیں نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے ''دعاءِ رحمت'' کرتے ہیں۔ اور جو جس قدر رحمت کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ اسی کے درجہ کے مطابق اس پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

دوسری آیت

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ (سورۃ الانشراح پ ۳۰)

یعنی ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے۔

فریق مخالف اس آیت کو بھی مروجہ محفل میلاد ثابت کرنے کے لیے پیش کرتا ہے۔ لیکن اس آیت شریفہ کو مروجہ محفل میلاد سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس آیت کی تشریح کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواباً یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یعنی جب میرا ذکر ہوگا تو آپ کا ذکر لازمی میرے ذکر کے ساتھ ہوگا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: یـــریـــد

الاذان والاقامة والتشهد والخطبة علی المنابر[1]

یعنی اس سے مراد کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت اذان واقامت، تشہد اور خطبوں میں حضور ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہوتا ہے یہی اس حدیث سے مراد ہے۔

غرض اس آیت شریفہ سے حضور ﷺ کی رفعت شان اور بلندی مرتبہ معلوم ہوتی ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں اور نہ ہی یہ بات محل نزاع ہے۔ اس آیت کا مروجہ محفل میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔

تیسری آیت

﴿ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾

(سورۃ مریم: ۱۵)

''سلامتی ہو ان (حضرت یحییٰ علیہ السلام) پر ولادت کے دن، وفات کے دن اور جس دن (دوبارہ) زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔''

بریلوی حضرات اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ اپنی طرف سے اس آیت کی شرح وتفسیر کے لیے عرض کریں، فریق مخالف کے علماء کرام سے اس آیت کی تفسیر نقل کر دیتے ہیں تاکہ اصل مطلب اس آیت کا واضح ہو جائے۔ چنانچہ بریلویوں کے صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

''یہ تینوں دن (ولادت' وفات اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا دن یعنی قیامت) بہت اندیشہ ناک ہیں کیونکہ ان میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اس سے پہلے اس نے نہیں دیکھا۔ اس لیے ان تینوں موقعوں پر امن وسلامتی عطاء کی'' [2]۔

۱۔ تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۹۲

۲۔ تفسیر مولوی نعیم الدین مراد آبادی ص ۴۴۳ طبع تاج کمپنی۔

بریلویوں کے مفتی جناب احمد یار خان صاحب اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی ولادت، زندگی، وفات، قبر، حشر غرض یہ کہ ہر جگہ اللہ کی امان میں رہتے ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام کو بوقت ولادت شیطان نے نہ چھوا جیسا کہ عالم بچوں کو چھوتا ہے''(۱)۔

یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمہ وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نگرانی وحفاظت میں رہتے ہیں۔ نہ شیطان کا بس اُن پر چل سکتا ہے اور نہ کسی قسم کا خوف انہیں لاحق ہوگا اس آیت میں یوم ولادت، یوم وفات اور دوبارہ زندہ کیے جانے کا دن محض اس لیے ذکر کیے گئے ہیں کہ یہ دن ہر انسان کے لیے انتہائی اہم ہوتے ہیں۔ اگر ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان مل جائے تو باقی ایام میں تو بطریق اولیٰ امن وسلامتی حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ اس آیت کا بھی مروجہ محفل میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔

حدیثِ پاک سے استدلال اور اس کا جواب

بریلوی حضرات عام طور پر کہتے ہیں کہ جن جن امور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف لفظوں میں نام لے کر منع نہیں فرمایا تو ایسی سب چیزیں جائز ہیں۔ اور استدلال میں یہ حدیث پاک پیش کرتے ہیں۔

ما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو. (۲)

''حلال وہ ہے جس کو اللہ نے حلال کر دیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے حرام کر دیا، اور جس سے خاموشی اختیار کی ہے وہ ''عفو'' ہے۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارک کا یہ مطلب ہرگز نہیں جو بریلوی حضرات

۱۔ تفسیر نور العرفان ص ۴۸۷۔ طبع ادارہ کتب اسلامیہ گجرات۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲۔ ابوداؤد دوم ص ۱۸۳۔

لیتے ہیں کہ جس چیز کو حرام قرار دیا گیا ہے صرف وہ حرام ہے باقی سب چیزیں حلال ہیں۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی فرما دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چیزوں کی ۳ قسمیں کر کے حلال کو علیحدہ بیان کرنا، حرام کو الگ ذکر کرنا اور پھر ان دونوں سے علیحدہ کر کے ان چیزوں کو ذکر کرنا جن کا صاف صاف حکم قرآن سے معلوم نہیں صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ تیسری قسم کی چیزیں نہ حلال میں شمار کی جا سکتی ہیں اور نہ حرام میں۔ چنانچہ دوسری حدیث شریف میں اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

الامر ثلثه امر بين رشده فاتبعه وامر بين غيه فاجتنبه وامر اختلف فيه فكله الى الله عزوجل.(۱)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کام تین طرح کے ہیں۔ (۱) وہ کام جس کا ہدایت ہونا واضح ہے سو اس کی اتباع کرو (۲) وہ کام کہ اس کی گمراہی ظاہر ہو تو اس سے پرہیز کرو (۳) وہ کام جس میں اشتباہ ہو (یعنی صاف طور پر اس کا حکم قرآن وسنت سے معلوم نہ ہوتا ہو) سو اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کردو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں بیان کرتے ہیں: ''پس بسپار اورا بخدا و توقف کن در ان'' (۲)

''سو اس کو خدا تعالیٰ کے سپرد کردو یعنی اس میں توقف کرو''۔

فقہ حنفی کی کتابوں میں بھی اس بات کو ترجیح دی گئی ہے کہ ایسے تمام امور میں توقف کیا جائے گا جن کا حکم واضح اور صاف طور پر قرآن وسنت سے معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام علاء الدین محمد بن علی الحصکفیؒ المتوفی ۱۰۸۸ھ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''علی ما هوا لمنصور من ان الاصل فی الاشیاء التوقف'' یعنی وہ مسلک جسے دلائل کی نصرت وامداد حاصل ہے یہ ہے کہ تمام چیزوں میں شریعت کا اصل حکم یہ ہے کہ

۱۔ مشکوۃ شریف ص ۳۱

۲۔ اشعۃ اللمعات ج اول ص ۱۴۶،

توقف کیا جائے تاوقتیکہ کسی دلیل سے اس کا حلال یا حرام ہونا معلوم ہو جائے۔ (۱)

درمختار حنفی فقہ کی وہ مایہ ناز کتاب ہے جس کی تعریف بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب نے بایں الفاظ کی ہے۔

''درمختار بحر علم کی وہ درمختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشارق ومغارب ارض میں فتوائے مذہب حنفی کا گویا مدار اس کی تحقیقات عالیہ وتدقیقات غالیہ پر ہو گیا۔'' (۲)

بہر حال حدیث پاک سے اور فقہ حنفی سے ثابت ہو گیا کہ شریعت کا اصول یہ ہے کہ

''ایسے تمام امور میں توقف کیا جائے گا جن کا واضح اور صاف حکم قرآن وسنت میں ہمیں نہ ملتا ہو''۔

لہٰذا بریلوی حضرات کا یہ کہنا باطل ہو گیا کہ جس کا حرام ہونا قرآن وسنت میں مذکور نہ ہو ایسی تمام چیزیں اور ایسے تمام کام حلال ہیں۔

اس اصول کے باوجود جو ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ''میلاد کی مروجہ محفل'' ان امور میں داخل نہیں ہے جن کا حکم قرآن وسنت سے معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے بارے میں شریعت کا وہ اصول ہے جو پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

بدعت کے لغوی وشرعی معنیٰ

ہر وہ کام جو کارِ ثواب سمجھ کر کیا جائے اور قرآن وسنت سے ثابت نہ ہو ایسا کام شریعت کی اصطلاح میں بدعت کہلاتا ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ کل بدعة ضلالة (۳) ''ہر بدعت گمراہی ہے''

۱۔ درمختار ج اول ص ۲۰،

۲۔ فتاویٰ رضویہ ج سوم ص ۱۰۴،

۳۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، ترمذی ج ۲ ص ۹۲، ابن ماجہ ص ۵

البتہ وہ نیا کام جو دین سمجھ کر اور کارِ ثواب سمجھ کر نہ کیا جائے وہ شریعت کی اصطلاح میں بدعت نہیں کہلاتا گو لغوی طور سے وہ بھی ایک بدعت (نئی ایجاد) ہے لیکن محض نو ایجاد ہونا مضر نہیں ہے۔ بریلوی حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بدعت وہی مضر ہے جو دین کے کاموں میں ہو چنانچہ بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب تمباکو کو حلال قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''رہا اس (تمباکو) کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ کہ امورِ دین میں''۔ (۱)

جناب احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ وہی بدعت مضر ہے جو امور دین میں ہو۔ اور وہ بدعت جو دنیاوی چیزوں میں ہو یعنی اس کو کوئی شخص دینی کام سمجھ کر نہ کرے تو ایسی بدعت مضر نہیں ہے یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں (۱) لغوی بدعت (۲) شرعی بدعت لغوی بدعت ہر وہ چیز ہے جو نئی ایجاد کی گئی ہو۔

''شرعی بدعت صرف وہ نئی ایجاد شدہ چیز ہے جسے دین اور کارِ ثواب سمجھ کر کیا جائے اور اس کا ثبوت قرآن وسنت سے نہ ہو''۔

حضور ﷺ کا فرمان ''کہ ہر بدعت گمراہی ہے''۔ اس سے بدعتِ شرعیہ مراد ہے۔

منکر تقدیر کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جواب

بریلوی حضرات کے استدلالات کی حیثیت مزید واضح کرنے کے لیے ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جواب نقل کرتے ہیں اور زیر بحث مسئلہ میں وہی جواب ہم اپنے لیے مستعار لیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی منکر تقدیر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور اپنے عقیدہ انکار تقدیر پر یہ دلیل پیش کی کہ قرآن پاک کی بعض آیات سے تقدیر کی نفی ثابت ہوتی ہے اس لیے تقدیر کا عقیدہ رکھنا مسلمان ہونے کے لیے نہ ضروری ہے اور نہ

۱۔ احکامِ شریعت حصہ سوم ص ۱۶۸

ثابت بلکہ تقدیر کا انکار ہی بعض آیات قرآنیہ کے موافق ہے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے اس بے بنیاد شبہ کو دور کرنے کی غرض سے یہ ارشاد فرمایا۔

لقد قرؤا منه ما قرأتم وعلموا من تاويله ما جهلتم و قالوا بعد ذلك كله. (۱)

''حضرات صحابہ و تابعین نے قرآن پاک کی یہ آیتیں بھی پڑھی ہیں جو تم پڑھتے ہو لیکن وہ ان آیتوں کی مراد کو سمجھے ہیں اور تم نہیں سمجھے۔ انہوں نے یہ تمام آیات (جن کو تم انکارِ تقدیر پر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہو) پڑھنے کے باوجود تقدیر کا اقرار کیا ہے''۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام آیات صحابہ و تابعین کے مقدس دور میں موجود تھیں اور پڑھی بھی جاتی تھیں اور وہ ان آیات کے حقیقی معانی اور تقاضے تم سے زیادہ جانتے تھے اس لیے کہ انہوں نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی تھی۔ تو جب انہوں نے ان آیات واحادیث سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا تو تمہارا ان آیات سے انکار تقدیر ثابت کرنا ضلالت و گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہی جواب ہم بریلوی حضرات کو پیش کرتے ہیں کہ مروجہ محفل میلاد ثابت کرنے کے لیے جو آیات واحادیث آپ پیش کرتے ہیں وہ سارا علمی ذخیرہ صحابہ و تابعین کی نظروں سے اوجھل نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب اور آپ کی رفعتِ شان و بلندی مرتبت سے وہ ہم سے کہیں زیادہ واقف تھے اور عشقِ رسول کا جذبہ فراواں اور عقیدت و محبت نبوی ہم سے بہت زیادہ ان کے سینوں میں موجزن تھی۔ اور ربیع الاول کا مہینہ اور اس کی بارہ تاریخ بھی ہر سال ان کے سامنے آتی تھی۔ اور اس مروجہ محفل میلاد سے کوئی مانع بھی ان کے دور میں موجود نہ تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے ہاں اس طرح کے میلاد کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ ان آیات و احادیث کا وہ مطلب قطعاً نہیں ہے جو

۱۔ ابوداؤد جلد دوم ص ۲۷۷

بریلوی حضرات بزور نکالنا چاہتے ہیں۔

اہل بدعت کی قیاس آرائی کا جواب

افسوس کہ جب بریلوی علماء مروجہ محفل میلاد کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر حق بات کو تسلیم کرنے کی بجائے غلط بات پر محض ملمع چڑھانے کے لیے کہتے ہیں کہ مروجہ محفل میلاد مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہے۔

(۱) صلوٰۃ وسلام (۲) تلاوت قرآن پاک (۳) حضور ﷺ کے حالات ولادت و معجزات وغیرہ کا بیان (۴) دعاء وغیرہ۔

اور پھر یوں استدلال کرتے ہیں کہ جب مروجہ محفل میلاد کے یہ سب اجزاء جائز اور درست ہیں تو پھر مجموعہ بھی جائز ہو گیا۔

لیکن یہ اندازِ استدلال انتہائی غلط اور بالکل بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اپنی رائے اور قیاس سے نئی عبادات ایجاد نہیں کی جا سکتیں کیونکہ عبادات میں قیاس اور رائے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اتبعوا اثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم۔ (۱)

''تم ہمارے نقشِ قدم پر چلو اور نئی نئی بدعات مت ایجاد کرو کیونکہ دین تمہارے لیے کافی یعنی مکمل کر دیا گیا ہے''۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

کل عبادة لم یتعبدها اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فلا تعبدوها۔ (۲)

''ہر وہ عبادت جو صحابہ کرام نے نہیں سرانجام دی وہ تم اپنی طرف سے نہ پیدا کرو''۔

بہر حال عبادات کے معاملہ میں قطعاً قیاس نہیں کیا جا سکتا بلکہ جو عبادت جس طرح کی

۱۔ الاعتصام جلد اول ص ۵۴،

۲۔ الاعتصام جلد اول ص ۱۱۳،

گئی تھی وہ عبادت بالکل اسی طرح سرانجام دینی ہوگی۔ جو عبادت حضور ﷺ نے ادا کی ہے وہ ادا کرنی ہوگی اور جو آپ نے ادا نہیں کی وہ عبادت بدعت ہوگی۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں دے کر ہم اس بات کو واضح کر دیتے ہیں۔

(۱) فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے۔

ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر بأکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیھما مع حرصہ علی الصلوٰۃ۔ (۱)

ولا یتنفل فی المصلی قبل صلاۃ العید لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعل ذلک مع حرصہ علی الصلوٰۃ۔ (۲)

''ترجمہ: ''صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد ۲ رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ حضور ﷺ نے نماز کا انتہائی شائق ہونے کے باوجود ۲ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے''۔

''نماز عید سے پہلے عید گاہ میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے باوجود نماز کا انتہائی شائق ہونے کے نوافل عید سے قبل نہیں پڑھے ہیں''۔

(۳) اسی طرح رجب کے مہینہ میں ایک نماز پڑھنا لوگوں میں رائج تھا جسے ''صلاۃ الرغائب'' کہا جاتا تھا۔ فقہاء کرام نے اس کو بدعت قرار دیا ہے اور اس کی وجہ علامہ ابراہیم حلبی جو ایک بہت بڑے فقیہ ہیں، یہ بیان فرماتے ہیں۔

ان الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من الائمۃ المجتھدین لم ینقل عنھم ھاتان الصلاتان۔ (۳)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور بعد کے ائمہ مجتہدین سے (یہ نماز) منقول نہیں ہے''۔

۱۔ ہدایہ جلد اول ص ۵۳

۲۔ ہدایہ ج اول ص ۱۱۸،

۳۔ کبیری ص ۴۳۳،

(۴) اسی طرح فتاویٰ عالمگیریہ جس کے ملک میں نفاذ کا آئے دن بریلوی حضرات مطالبہ کرتے ہیں۔ خاص طور سے "سنی کانفرنس ملتان" میں اجتماعی طور پر بریلویوں نے فتاویٰ عالمگیریہ کو ملک میں نافذ کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس میں اس قسم کی بے شمار مثالیں درج ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یہاں صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی زمانہ میں یہ رواج تھا کہ سورۂ کافروں سے لے کر آخر تک اکٹھے جمع ہو کر پڑھتے تھے۔ جیسا کہ آج کل ختم وغیرہ کے موقعہ پر کچھ مخصوص سورتوں کے پڑھنے کا رواج ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے اور لکھا ہے۔

قراءة الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروهة لانها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعین رضی الله عنهم.[۱]

"سورۂ کافرون سے آخر تک جماعت کے ساتھ مل کر پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ سے منقول نہیں ہے"۔

اس قسم کی مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں:

عن نافع ان رجلاً عطس الی جنب ابن عمرؓ فقال الحمد لله والسلام علی رسول الله قال ابن عمروانا اقول الحمدلله والسلام علی رسول الله ولیس هکذا علمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نقول الحمد لله علی کل حال.[۲]

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی اور اس نے کہا "الحمد لله والسلام علی رسول الله" اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں بھی اس کا قائل ہوں کہ حضور پر سلام ہو لیکن حضور کی تعلیم یہ نہیں ہے۔ حضور کی تعلیم یہ ہے کہ چھینک آنے پر ہم "الحمد للہ علیٰ کل حال" کہا کریں"۔

۱۔ فتاوی عالمگیری جلد ۵، ص ۳۱۷۔

۲۔ مشکوۃ ص ۴۰۶، ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۸۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا گزر ایک مسجد میں ایک ایسی جماعت پر ہوا جو بیٹھی ہوئی ذکر کر رہی تھی ان میں سے ایک شخص کہتا تھا کہ ''سو ہر مرتبہ اللہ اکبر پڑھو'' تو حلقہ نشین کنکریوں پر سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے پھر وہ شخص کہتا ''سو بار لا الہ الا اللہ پڑھو'' تو وہ لوگ سو بار لا الہ الا اللہ پڑھتے پھر وہ شخص کہتا ''سو دفعہ سبحان اللہ پڑھو'' تو وہ لوگ سو دفعہ سبحان اللہ کہتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ معلوم کر کے ارشاد فرمایا۔

فعدوا من سيآتكم فانا ضامن ان لا يضيع من حسناتكم شئى ويحكم يا امة محمد صلى الله عليه وسلم ما اسرع هلكتكم هؤلا صحابة بينكم متوافرون وهذا ثيابه لم تبل و آنيته لم تكسر... اومفتحى باب ضلالة. (۱)

''تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو...... تعجب ہے تم پر اے امتِ محمد! کیا اتنی جلدی ہلاکت میں پڑ گئے ہو؟ ابھی تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تم میں بکثرت موجود اور ابھی تک جناب رسول اللہ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپؐ کے برتن نہیں ٹوٹے تم ان حالات میں بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھولتے رہو!

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جواب ان الفاظ میں منقول ہے کہ:

''میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا پھر تم علم میں جناب نبی کریمؐ کے صحابہؓ سے بڑھ گئے ہو۔'' (۲)

(۳) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی ختنے کی دعوت میں شرکت کے لیے کہا گیا تو انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ جب انکار کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا:

۱۔ مسند دارمی ج ۱ ص ۶۸ طبع بیروت۔

۲۔ مجالس الابرار ص ۱۶۵۔

انا کنا لا ناتی الختان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا ندعی له. [1]

''ہم لوگ زمانہ رسالت مآبؐ میں ختنوں میں نہیں جایا کرتے تھے اور نہ اس کے لیے دعوت دی جاتی تھی۔''

ان تمام شواہد کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ عبادات میں قیاس اور رائے کو کوئی دخل نہیں۔ جہاں حضور کا عمل ثابت ہے وہاں عمل کرنا ضروری ہے اور جہاں عمل ثابت نہیں وہاں ترکِ عمل میں حضور کی اتباع ضروری ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

والمتابعة کما تکون فی الفعل تکون فی الترک ایضا فمن واظب علی فعل لم یفعله الشارع فهو مبتدع. [2]

''حضور کی متابعت جیسے فعل میں ہوتی ہے اسی طرح ترکِ فعل میں بھی ہوتی ہے۔ تو جو شخص کسی ایسے کام پر مداومت (ہمیشگی) کرے جو حضورؐ نے نہیں کیا تو وہ بدعتی ہے۔''

بزرگانِ دین کے واقعات سے استدلال اور اس کا جواب

جب بریلوی حضرات قرآن وسنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس مروجہ محفل میلاد کو ثابت کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر بعض بزرگوں کے واقعات کا سہارا لیتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ اصولی بات مدِ نظر رہنی چاہیے کہ بزرگوں اور مشائخ کے اقوال و افعال شرعی طور پر حجت نہیں ہوتے اور نہ ان سے کوئی مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے جلیل القدر خلیفہ مولانا نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۱۷۔

۲۔ مرقات شرح مشکوۃ ج اول ص ۱۴۱۔

نے ان لوگوں سے فرمایا جو حضرت خواجہ صاحب کے کسی فعل کو بطور استدلال پیش کرتے تھے۔

''شیخ کا قول حجت شرعیہ (شرعی دلیل) نہیں۔قرآن وحدیث سے دلیل پیش کرنا چاہیے۔'' (۱)

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''صوفیاء کرام کا عمل کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں سند اور دلیل نہیں ہے۔ ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ ہم انہیں معذور قرار دے کر ملامت نہ کریں اور ان کے معاملے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کردیں۔ اس جگہ (حلال وحرام ہونے میں سند اور دلیل کے لیے) امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول درکار ہے۔ ابوبکر شبلیؒ اور ابوالحسن نوریؒ کا عمل معتبر نہیں ہے۔'' (۲)

اس اصولی جواب کے بعد عرض ہے کہ جن بزرگوں کے واقعات کا بریلوی حضرات سہارا لینا چاہتے ہیں ان میں کسی بزرگ سے بھی ماہانہ محفل میلاد کا ثبوت اس انداز میں نہیں ملتا جس انداز سے بریلوی حضرات التزام کرتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی بزرگ سے یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ مروجہ محفل میلاد مسجد میں کسی بزرگ نے منعقد کی ہو یا مسجد میں محفلِ میلاد منعقد کرنے کا حکم دیا ہو۔

شاہ ولی اللہ کی عبارت سے استدلال اور اس کا جواب

بریلوی حضرات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت سے بھی استدلال کرتے ہوئے مروجہ محفل میلاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ اردو ترجمہ اخبار الاخیار ص ۱۷۹۔

۲۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی دفتر اول حصہ چہارم ص ۱۷۰۔

الحديث الثاني والعشرون.

اخبرني سيدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد. طعاماً صلة بالنبی صلی الله علیه وسلم فلم یفتح لی سنة من السنین شئی اصنع به طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقمته بین الناس فرأیته صلی الله علیه وسلم وبین یدیه هذه الحمص مبتهجا بشاشا. (۱)

''بائیسویں حدیث میرے والد نے مجھے خبر دی کہ میں حضور ﷺ سے تعلق کی بناء پر ان کی ولادت کے ایام میں کھانا تیار کرتا تھا۔ ایک سال مجھے کچھ میسر نہ ہوا کہ کھانا تیار کرسکوں سوائے بھنے ہوئے چنوں کے تو میں نے وہی لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیئے۔ پھر میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ چنے آپ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ خوش وخرم ہیں۔''

جواب

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس مذکورہ بالا عبارت میں محفلِ میلاد کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔ صرف یہ بات مذکور ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے ایام میں حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب کچھ صدقہ دیا کرتے تھے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے جس کا جی چاہے اور جتنا چاہے وہ حضور ﷺ کے لیے صدقہ کرسکتا ہے۔ کہ اس کا ثواب حضور ﷺ کو پہنچ جائے۔ ہم پہلے بارہا واضح کر چکے ہیں کہ اختلاف اس مروجہ محفل میلاد میں ہے جس کے لیے دعوت دے کر اور بلا کر لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے پھر اسے مخصوص طریقے سے سرانجام دیا جاتا ہے۔ اور اس میں کچھ دیر بعد یہ کہہ کر سب لوگ

۱۔ الدر الثمین ص۴۰

کھڑے ہو جاتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ مروجہ محفل میلاد کی حقیقت ہم پہلے واضح طور پر عرض کر چکے ہیں۔ بہر حال صرف دھوکہ دینے کی خاطر مذکورہ بالا عبارت بریلوی حضرات بطور حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس کا مروجہ محفل میلاد سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

شاہ ولی اللہ کی ایک دوسری عبارت سے استدلال اور اس کا جواب

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک اور کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں :

وكنت قبل ذلك بمكة المعظمة في مولد النبي صلى الله عليه وسلم في يوم ولادته والناس يصلون على النبي صلى الله عليه وسلم و يذكرون ارهاصاته التي ظهرت في ولادته ومشاهده قبل بعثته فرأيت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقوال اني ادركتها ببصرالجسد ولا اقول ادركتها ببصر الروح فقط والله اعلم كيف كان الامر بين هذا وذلك فتاملت تلك الانوار فوجدتها من قبل الملائكة الموكلين بامثال هذه المشاهد وبامثال هذه المجالس ورأيت يخالطه انوار الملائكة انوار الرحمة. (۱)

”اور میں اس سے پہلے مکہ معظمہ میں حضور ﷺ کی جائے پیدائش میں بروز ولادت باسعادت حاضر تھا۔ اور لوگ حضور ﷺ پر درود بھیج رہے تھے اور آپ کے ان معجزات کا ذکر کر رہے تھے جو ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے یا آپ کی بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے تھے۔ تو میں نے دیکھا کہ اچانک بہت سے انوار ظاہر ہوئے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا اور

۱۔ فیوض الحرمین ص ۸۰۔

نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ صرف روح کی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کیا۔ واللہ اعلم میں نے ان انوار کے متعلق بھی غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نور اُن فرشتوں کا ہے جو ایسی مجالس اور مشاہد پر مؤکل اور مقرر ہیں، اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوارِ رحمت دونوں ملے ہوئے ہیں۔''

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی اس عبارت سے مروجہ محفل میلاد ثابت کرنا بھی ایک مغالطہ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس عبارت سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے روز آپ کی جائے پیدائش میں جہاں آج کل ایک قبہ بنا ہوا ہے جمع ہو گئے تھے۔ یہ جمع ہونا مروجہ محفل میلاد منعقد کرنے کے لیے نہ تھا بلکہ حضور ﷺ کی پیدائش کے مقدس و متبرک مقام کی زیارت کے لیے لوگ آ جا رہے تھے۔ اسی طرح ایک اتفاقیہ اجتماع ہو گیا اور اس مناسبت سے کہ وہ متبرک جگہ حضور ﷺ کی جائے پیدائش ہے۔ لوگ ولادت باسعادت کے واقعات کا ذکر کر رہے تھے اور درود شریف بھی ہر شخص اپنے طور پر پڑھ رہا تھا۔ اتنی بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک بہت بڑے عالم مولانا اشرف علی تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''وہ محفلِ میلاد جس میں قیود مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہ ہو۔ نہ قید مباح نہ قید مکروہ۔ سب قیود سے مطلق ہو مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہو گئے۔ کسی نے ان کو اہتمام کر کے نہیں بلایا کسی اور (دوسری) مباح (جائز) ضرورت سے بلائے گئے تھے۔ اس مجمع میں خواہ کتاب سے یا زبانی حضور پُر نور سرورِ عالم فخر آدم ﷺ کے حالات شریفہ (ولادت کے وقت ظاہر ہونیوالے معجزات وغیرہ) اور دیگر اخلاق و شمائل و معجزات و فضائل مبارکہ صحیح صحیح روایات سے بیان کیے گئے اور اثنا بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف و بیان احکام کی دیکھی جاوے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ یا اصل اجتماع استماع وعظ و احکام (وعظ سننے کے لیے) اور اس کے ضمن میں ان وقائع شریفہ (ولادت باسعادت کے

واقعات) وفضائل کا بیان بھی آ گیا۔ یہ وہ صورت ہے کہ بلا نکیر (بلا انکار) جائز بلکہ مستحب و سنت ہے۔" (۱)

یہ اجتماع جس میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت فرمائی تھی، مروجہ محفلِ میلاد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا کیونکہ

(۱) دعوت دے کر اور بلا کر لوگوں کو جمع نہیں کیا گیا تھا۔

(۲) اس میں بصورتِ اشعار کچھ نہیں پڑھا گیا۔

(۳) اس میں کسی قسم کی اسراف و فضول خرچی کا ارتکاب نہیں کیا گیا تھا۔

(۴) اس میں قیام بھی نہ تھا کہ سب لوگ کچھ دیر بعد یہ سمجھتے ہوئے کھڑے ہو گئے ہوں کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔

(۵) اس میں کھانے، پینے، شیرینی وغیرہ کا اہتمام بھی نہیں کیا گیا تھا۔

(۶) محفل میلاد منعقد کرنے کے لیے لوگوں کا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آپ کی پیدائش کی متبرک و مقدس جگہ کی زیارت کے لیے بغیر بلائے ہوئے از خود لوگ جمع ہو گئے تھے گویا مروجہ محفل میلاد کی کوئی بات بھی اس میں نہیں پائی جاتی ہے۔ صرف دھوکہ دینے اور مغالطہ میں مبتلا کرنے کے لیے ایسے حوالجات پیش کیے جاتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی عبارت سے استدلال اور اس کا جواب

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کی عبارت کو بھی بریلوی حضرات مروجہ محفل میلاد ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس کے آخر میں مروجہ محفل میلاد کی بدعتوں پر جو تنقید فرمائی ہے اس کو بریلوی حضرات گول کر جاتے ہیں۔ حضرت شیخ کی پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

۱۔ اصلاح الرسوم ص ۱۲۱۔

ولا یزال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده صلی الله وسلم. ویعملون الولایم ویتصدقون فی لیاله بافواع الصدقات ویظهرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراءة مولد الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم وماجرب من خواصه انه امان فی ذلك العام وبشریٰ عاجل بنیل البغیة والمرام فرحم الله امرءً اتخذ لیالی شهر مولده المبارك اعیادًا لیکون اشدّ غلبةٍ علیٰ من فی قلبهٖ مرضٌ وعناد ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الافکار علی من احدثه الناس من البدع والاهواء والغناء بالالات المحرمة عند عمل المولد الشریف فالله تعالیٰ یثیبه علی قصده الجمیل ویسلك بنا سبیل السنة فانه حسبنا ونعم الوکیل. (۱)

ترجمہ: ’’اور ہمیشہ ہی سے مسلمان حضور ﷺ کے ولادت کے مہینہ میں محفلیں کیا کرتے ہیں اور کھانے پکاتے ہیں، اور اس ماہ کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات کرتے ہیں۔ اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور ان لوگوں پر اس عمل کی برکت سے ہر قسم کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس عمل کے مجرب خواص میں سے یہ ہے کہ وہ لوگ پورے سال امن میں رہتے ہیں اور حاجت روائی اور مقصود برآری کی بڑی بشارت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر بے پایاں رحمتیں نازل فرمائیں جس نے حضور ﷺ کی ولادت کے ایام میں خوشی کی تاکہ جس شخص کے دل میں روگ اور عناد ہے وہ اس میں اور سخت ہوجائے۔ بیشک امام ابن الحاج نے اپنی کتاب ’’مدخل‘‘ میں بڑا شدید انکار کیا

۱۔ ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ ص ۱۰۳۔

ہے۔ان بدعتوں اورنفسانی خواہشوں اور حرام آلات کے ساتھ گانے بجانے پر
جولوگ محفل میلاد میں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ امام ابن الحاج کوان کے نیک ارادہ
کا بدلہ دے اور ہمیں سنت کے طریقہ پر چلائے بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی
اور بہترین کارساز ہے''۔

چونکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۵۸ھ اور وفات ۱۰۵۲ھ کی ہے۔اور محفل میلاد کی ابتدا ۶۰۴ھ میں ہوئی تھی جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔اور اس چار، ساڑھے چار سو برس کے عرصہ میں یہ چیز کافی پھیل چکی تھی، اس لیے حضرت شیخ عبدالحق نے ماہ ربیع الاول کو خوشی کا ایک مہینہ اور صدقہ وخیرات اور دوسری نیکیوں میں اضافہ کرنے کا مہینہ قرار دیتے ہوئے اس سے زائد تمام باتوں کو بدعت اور ناجائز ثابت کرنے کے لیے فرمایا۔

''بیشک امام ابن الحاجؒ نے اپنی کتاب ''مدخل'' میں ان بدعتوں نفسانی خواہشوں
اور حرام آلات کے ساتھ گانے بجانے پر شدید انکار کیا ہے جولوگ محفلِ میلاد میں
کرتے ہیں''۔(۱)

اور اس کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن الحاج کو دُعا دیتے ہوئے اور اپنے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع وپیروی کی دعا مانگتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ امام ابن الحاج کوان کے نیک ارادہ (بدعتوں اور ناجائز چیزوں کوختم
کرنے کا ارادہ) کا بدلہ دے اور ہمیں سنت کے طریقہ پر چلائے''۔(۲)

یہ تمام عبارت آپ کے سامنے ہے۔اس کے کسی لفظ سے بھی مروجہ محفلِ میلاد کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔لیکن بریلوی حضرات پھر بھی محض دھوکہ دہی اور مغالطہ آفرینی کے لیے ان عبارتوں کو مروجہ محفلِ میلاد ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔حالانکہ ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ومحبت کی بناء پر ماہ ربیع الاول میں صدقہ وخیرات کرنا اور

۱۔ ماثبت بالسنۃ ص ۱۰۴۔ ۲۔ ماثبت بالسنۃ ص ۱۰۴۔

نیکیوں میں اضافہ کرنا اور اظہارِ خوشی وغیرہ باتوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف اس مروجہ محفل میلاد میں ہے جس کی حقیقت ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور اس میں جو شرعی خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کو بھی قدرے تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ کی عبارت سے استدلال اور اس کا جواب

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت بھی بریلوی حضرات بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔ پہلے ہم پوری عبارت مع ترجمہ ذکر کرتے ہیں پھر ثابت کریں گے کہ اس عبارت کا مروجہ محفل میلاد سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان کی اصل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"اکثر محافل میلاد جو ہمارے ہاں رائج ہیں ان میں اچھی اور بُری دونوں طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ خیر کی باتیں مثلاً صدقہ وخیرات ذکر ودرود، وسلام، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف، اور بُری باتوں میں سے عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا بھی ہے۔ البتہ بعض محفل میلاد ایسی بھی ہیں جن میں کوئی عیب اور شرعی خرابیاں نہیں پائی جاتی۔ لیکن ایسی محفلیں بہت کم اور نادر ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی قسم کی محفلیں ممنوع اور ناجائز ہیں۔ کیونکہ شریعت کا یہ قاعدہ بڑا مشہور ہے کہ "فوائد حاصل کرنے سے نقصانات کا دُور کرنا مقدم ہے"۔ لہٰذا جو شخص جانتا ہے کہ کسی محفل میلاد میں ایک بھی شرعی خرابی پائی جاتی ہے بایں ہمہ وہ اس میں شرکت کرتا ہے تو وہ خدا کی نافرمانی کرنے والا اور گناہگار ہے اگر فرض کرلیا جائے کہ اس شخص نے اس محفل میلاد میں خیر کے کام بھی کیئے تو بھی یہ خیر اس شر کا تدارک نہیں کرسکتا جو اس میں پایا جاتا ہے۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر اور بھلائی کے نفلی کاموں میں تو بقدرِ استطاعت اور جتنا آسانی سے ہوسکے اتنا ہی کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس برائی کی تمام قسموں اور تمام صورتوں سے مکمل بچنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ برائی گو

تھوڑی ہو اس کے کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور اس کے برعکس ثواب کا (نفلی) کام جتنا ہو سکے اتنا کرلے۔ اور دوسری قسم کی محفل میلاد جس میں کوئی برائی اور شرعی خرابی نہ پائی جاتی ہو بلاشبہ سنت ہے اور ان احادیث کے ذیل میں آتی ہے جو ذکر کی فضیلت کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا
''جو قوم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے فرشتے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور سکینہ (سکون و اطمینان وغیرہ) ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں میں ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں''۔[1]

شیخ ابن حجرؒ کی اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ مروجہ محفل میلاد کو قطعاً جائز قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ

ذکرِ ولادت جس محفل میں ہوتا ہے وہ دو طرح کی ہوتی ہے۔

(۱) وہ محفل جس میں ناجائز امور پائے جاتے ہیں ایسی محفل تو قطعاً ناجائز ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اکثر محفل میلاد اسی زمرے میں شامل ہیں کیونکہ وہ ناجائز امور پر مشتمل ہوتی ہیں۔

(۲) وہ محفل جو ہر قسم کی بری باتوں اور ناجائز امور سے پاک ہو یہ بلاشبہ جائز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دوسری قسم کی محفل وہی ہو سکتی ہے جس میں صرف حضور ﷺ کی ولادت باسعادت اور آپؐ کے معجزات کا ذکر ہو اور اس سے زائد کچھ نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس حد تک کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

شیخ ابن حجرؒ اپنی اسی کتاب ''فتاوی حدیثیہ'' میں ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

''بہت سے لوگ حضور ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت محفل میں کھڑے ہوتے ہیں یہ بدعت ہے کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث وغیرہ نہیں آئی ہے (اس لیے یہ گناہ ہے) البتہ عوام معذور سمجھے جا سکتے ہیں کہ انہیں علم نہیں ہے لیکن اس کے

۱۔ فتاوی حدیثیہ ص ۱۲۹۔

برعکس خواص (یعنی جاننے والے لوگ) معذور نہیں ہیں''۔ (۱)

شیخ ابن حجر محفل میلاد میں کھڑے ہونے کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ آج کل کی مروجہ محفل میلاد میں کھڑے ہونے کو بریلوی حضرات نے فرض واجب کا درجہ دے رکھا ہے۔ جیسا کہ سابقہ مضمون میں ہم باحوالہ عرض کر چکے ہیں۔

قارئین کرام آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ بریلوی حضرات کس قدر حوالجات میں قطع و برید کرنے کے عادی ہیں کیونکہ اسی کتاب ''فتاوی حدیثیہ'' میں لکھا ہوا ہے کہ محفل میلاد میں حضور ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت کھڑا ہونا بدعت اور گناہ ہے۔ لیکن بریلوی حضرات اسی کتاب سے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ مروجہ محفل میلاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا جزءِ اعظم یہی ''قیام'' ہے۔ اس قیام کے بغیر آج کل محفل میلاد کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بریلویوں کے ان تمام حوالوں کا جواب عرض کرنے کے بعد ہم جناب کی توجہ درج ذیل امور کی طرف متوجہ کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔

مساجد میں اشعار پڑھنا ممنوع ہیں

(۱) مروجہ محفل میلاد میں اشعار پڑھے جاتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يستقاد في المسجد وان ينشد فيه الاشعار وان تقام فيه الحدود. (۲)

''حضور ﷺ نے مسجد کے اندر قصاص لینے اور اشعار پڑھنے اور حد (چوری زنا وغیرہ کی شرعی سزا) قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں آتا ہے کہ

۱۔ فتاوی حدیثیہ ص ۶۹۔

۲۔ مشکوۃ شریف ص ۷۰، ابوداؤد ج دوم ص ۲۶۱۔

نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن تناشد الاشعار فی المسجد وعن البیع والاشتراء فیه وان یتحلق الناس یوم الجمعة قبل الصلوٰة فی المسجد. (۱)

''حضور ﷺ نے مسجد کے اندر شعر پڑھنے اور خرید وفروخت کرنے اور نماز جمعہ سے پہلے حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''

چونکہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا تھا، اس لیے دوسرے خلیفہ راشد حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی سے باہر ایک جگہ بنا دی تھی اور حکم دیا تھا کہ اگر کوئی شخص شعر وغیرہ پڑھنا چاہے تو مسجد سے باہر اس جگہ آ کر پڑھ لے۔ حدیث پاک کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وعن مالك قال بنى عمرؓ رحبة فی ناحیة المسجد تسمی البطیحاء وقال من کان یرید ان یلغط او ینشد شعراً او یرفع صوته فلیخرج الی هذه الرحبة. (۲)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد (نبوی) کے کنارے ایک کھلی جگہ بنائی تھی جس کا نام ''بطحا'' تھا اور فرمایا جو شخص باتیں کرنا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا زور سے بولنا چاہے تو اسے چاہیے کہ اس کھلی جگہ ''بطیحا'' میں آ جائے۔''

اس حدیث کی شرح میں ایک شافعی عالم حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد سے باہر شعر پڑھنے کے لیے جگہ اس لیے بنائی تھی تا کہ مذموم (برے) اشعار لوگ مسجد میں نہ پڑھیں لیکن گیارہویں صدی کے مجدد ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

۱۔ ایضاً ص ۷۰، ابوداؤد ج اول ص ۱۵۴، ترمذی ج اول ص ۴۳،

۲۔ مشکوٰۃ ص ۷۱۔

وقول ابن حجرؒ ای شعراً مذموماً لیس فی محله لانه لا یباح مطلقاً. [1]

''ابن حجر کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں شعر سے شعر مذموم مراد ہے صحیح نہیں کیونکہ شعر مذموم کا پڑھنا تو بالکل جائز نہیں۔''

مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ مذموم اشعار کا پڑھنا تو سرے سے جائز ہی نہیں خواہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر اس لیے یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مذموم اشعار پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر جگہ بنائی تھی تا کہ لوگ وہاں جا کر مذموم اشعار پڑھ لیا کریں۔

بہر حال اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ مسجد میں ان اشعار کا پڑھنا بھی ممنوع ہے جو شریعت کے مطابق ہوں اور ان میں کوئی خلافِ شرع مضمون بھی نہ ہو۔

''ایک شبہ اور اسکا جواب''

اس موقعہ پر یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ کو مسجد نبوی میں شعر پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور ان کے حق میں دُعا فرمائی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور خصوصی اجازت تھی اس لیے ان کا مسجد میں شعر پڑھنا نا جائز نہ ہوگا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع و پیروی کے باعث قابل اجر وثواب ہوگا۔لیکن دوسروں کے لیے حکم وہی ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں اشعار نہ پڑھے جائیں۔یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھی مسجد میں شعر پڑھنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قسم دے کر یہ دریافت فرمایا کہ کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ انہوں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہے کہ تم میری طرف سے کفار کو (اشعار میں) جواب دو [2]۔

۱۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۲۳۔ ۲۔ ملاحظہ ہو مرقات ج دوم ص ۲۱۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تصدیق فرمانے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مسجد میں اشعار پڑھنے کی اجازت دے دی لیکن دوسرے عام لوگوں کے لیے مسجد سے باہر ایک کھلی جگہ بنائی اور فرمایا کہ جو شخص شعر پڑھنا چاہے وہ مسجد سے باہر اس جگہ آکر پڑھے کیونکہ عام لوگوں کے لیے مسجد میں اشعار پڑھنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ان کے سامنے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی مزید ملاحظہ فرمالیا جائے آپ نے فرمایا کہ

من رأيتموه ينشد في المسجد شعراً فقولوا فضّ الله فاك ثلاث مراتٍ. [1]

''جس شخص کو مسجد میں شعر پڑھتے ہوئے دیکھو اس کو کہو خدا تیرا منہ توڑ دے۔ تین بار آپ نے فرمایا''

خلاصہ کلام

ہم کہتے ہیں کہ ''مروجہ محفل میلاد'' اگر عقائد میں سے ہوتی تو ضرور عقائد کی کتابوں، شرح (ا) عقائد نسفی، شرح عقائد جلالی، شرح مواقف، مسامرہ اور امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کتاب ''العقيدة الطحاوية'' وغیرہ میں اس کا ذکر ہوتا۔ اور اگر مروجہ محفل میلاد کا تعلق ''اعمال و عبادات'' سے ہوتا تو ضرور فقہ کی کتابوں، فتاویٰ عالمگیریہ، فتاوی شامی، ہدایہ، البحر الرائق، البدائع والصنائع وغیرہ میں اس کا ذکر ہوتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ عقائد کی کتابوں میں ''مروجہ محفل میلاد'' کا ذکر ہے نہ فقہ کی کتابوں میں۔ آخر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نماز تسبیح''، استخارہ، حفظ قرآن کی دعا، وغیرہ امور کا مفصل طریقہ ذکر فرمایا اور امت کو اس طریقہ کے مطابق ان اعمال کو سرانجام دینے کا حکم دیا تو کیا وجہ ہے کہ ''مروجہ محفل میلاد'' اس طریقہ اور کیفیت کے ساتھ جس طرح بریلوی حضرات کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت نہیں ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس طریقہ اور کیفیت کا نہ ملنا صاف بتلا رہا ہے کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

ا۔ مرقاۃ ج دوم ص ۲۱۶۔